امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74
مورخہ ۱۷ر ربیع الآخر ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۱ر اکتوبر ۲۰۲۴ء روز سوموار
شمارہ نمبر-40

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، اداریہ
■ یادوں کے چراغ، حکایات اہل دل
■ دینی مجالس اوران کی عظمت واہمیت
■ اسرائیل پرایران کا جوابی حملہ
■ امیر شریعت سادس اور فسادات
■ مسلمانوں کی وراثت کا تحفظ......
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

جادوگری-ایک مذموم عمل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ایمان کے کمزور ہونے اور اسلامی عقائد پر جمنے کا مزاج نہ ہونے کی وجہ سے، بہت سارے لوگ اوہام کے شکار ہوجاتے ہیں، دیر تک بیمار رہ گیے تو انہیں لگتا ہے کہ میرے اوپر جنات، آسیب اور خبیث کا سایہ ہے، اسی طرح کبھی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھ پر سحر کا حملہ ہوا ہے، پیشہ ور عاملین اور تعویذ دینے والے ان کے اس وہم کو تقویت پہونچانے کے لیے ایسا کہہ بھی دیتے ہیں، دعا تعویذ سے کچھ فائدہ ہوگا یا نہیں، یہ ایک الگ بات ہے، لیکن ایسا شخص نفسیاتی مریض ہوجاتا ہے، اور اگر وہ مرگیا تو اس کے ورثاء یہی کہتے ہیں کہ جادو کی نظر ہوگیا، اس کا یہ مطلب قطعا نہیں ہے کہ جادو وسحر کا وجود نہیں ہے، اس لیے کہ جادو تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گیا اور معوذتین کا شان نزول یہی بیان کیا جاتا ہے، اس لیے جادو اور جادوگری سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

عربی میں جادو کے لیے سحر کا لفظ استعمال ہوتا ہے، قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے، ایک حضرت سلیمان علیہ السلام سے جادوگری کی نفی کرنے کے لیے اور کئی بار حضرت موسیٰ اور فرعون کی جادوئی معرکہ آرائی کو بیان کرنے کے لیے، حضرت سلیمان علیہ السلام سے جادوگری کی نفی سورۃ بقرۃ آیت 102 میں موجود ہے، ارشاد ربانی کا ترجمہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا، لیکن شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

اس معاملہ میں بنی اسرائیل بہت آگے تھے، رشتہ، ناطہ توڑوانے، لڑائی جھگڑے کروانیا اور شوہر وبیوی کے درمیان تفرقہ کے لیے وہ اس کا استعمال عموما کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون کی یہی رائے تھی کہ وہ جادوگر ہیں، اسی لیے اس نے جادوگروں کو جمع کیا اور ایک میدان میں ان کو کرشمہ دکھانے کے لیے متعین کیا، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ سانپ دوڑ رہا ہے، بچھو ڈنک مارنے کے لیے دوڑا چلا آرہا ہے، شیر دہاڑ رہا ہے، ہاتھی چیخ رہا ہے، جادوگروں نے یہ سوچا کہ ہمارے ان کرشموں کا موسیٰ علیہ السلام بھلا کس طرح مقابلہ کریں گے، حضرت موسیٰ نے بحکم خداوندی زمین پر اپنی لاٹھی رکھ دی، جس نے سارے شعبدہ کو ہضم کرلیا، یہ دیکھ کر جادوگر ایمان لے آئے، اور فرعون کی ہاتھ پیر کٹوانے، سولی پر چڑھانے کی دھمکی بھی کام نہیں آئی، جادوگروں نے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا عمل جادوگری نہیں، معجزات کے قبیل سے ہے اور معجزہ کا صدور انبیاء ورسل سے ہی ہوتا ہے۔

اس فرق کو سمجھانے کے لیے اللہ رب العزت نے بابل میں ہاروت ماروت نامی دو فرشتوں کو بھیجا، اور انہیں جادو کی حقیقت اور اس کی شناعت سے لوگوں کو باخبر کرنے کا کام سونپا، دونوں اس کام کو کرنے لگے، وہ لوگوں سے عہد وپیمان بھی لیتے کہ سحر سے پرہیز کرنا، لیکن بہت سارے لوگ اس عہد وپیمان سے دور ہوگیے اور اس فن کو مخلوق کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کرنے لگے، دونوں فرشتے آسمان پر لوٹ گیے، لیکن جن لوگوں نے اس فن کو ان سے سیکھا اور اصول وفروع کو ان سے سمجھا تھا، ان میں سے کئی اس کام کے کرنے کی وجہ سے کافر ہوگیے، حالاں کہ فرشتوں نے یہ بات اچھی طرح انہیں سمجھا دی تھی کہ ہم تمہاری آزمائش کے لیے ہی بھیجے گیے ہیں، اس لیے کفر مت کرنا، اس کے باوجود وہ لوگ آزمائش میں پورا نہیں اتر سکے۔

سحر اور جادو ایک شیطانی عمل ہے، یہ شیطان کی قربت، کفریہ کلمات، گندے اور غلط کاموں کے ذریعہ وجود پذیر ہوتا ہے، لسان العرب میں سحر کی تعریف یہی کی گئی ہے کہ وہ ایک عمل ہے جس میں شیطانی تقرب اور اس کی مدد شامل ہوا کرتی ہے، روح المعانی میں بھی یہی لکھا ہے کہ شیطانی اور بُرے کاموں کے ارتکاب سے ہی اس کا حصول ہوتا ہے۔

سحر کی مختلف اقسام ہوتی ہیں، پہلی قسم صرف تخیل اور نظر بندی ہے، مداری اور شعبدہ باز بڑی صفائی سے اس کام کو کرتے ہیں اور سامنے والا نظر بندی کا شکار ہوجاتا ہے، اس قسم کے جادو میں نظر بندی اور دیکھنے والے کے تخیل کا ملا جلا اثر ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں دیکھ کر ایسا محسوس ہونے لگا، جیسے یہ دوڑ رہی ہیں۔ (سورۃ طٰہٰ:66) دوسری قسم میں شیطانی اثرات غالب ہوجاتے ہیں، اس کا تذکرہ بھی قرآن میں موجود ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں، وہ ہر بہتان باندھنے والے گناہگار پر اترتے ہیں۔ (سورۃ الشعراء 221-22) یہ وہ شیطان ہوتے ہیں جنہوں نے اپنا راستہ کفر کا چنا اور لوگوں کو جادو سکھانے لگے۔ (سورۃ البقرۃ 102) تیسری شکل جو آخری درجہ کے سحر کی ہوتی ہے اس میں جادو کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت کو بدل دیا جاتا ہے، جاندار کو پتھر کا مجسمہ بنادینا، اسی طرح شعبدہ بازی کے طور پر پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، کسی کو قتل کردینا، یہ سب جادو کی اس تیسری قسم کے ذریعہ ممکن ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہر کام کا فاعل حقیقی اللہ رب العزت ہے اور تاثیر بھی وہی بخشتا ہے، یہ جادوگری اور شیطانی اعمال کے اثرات بھی قضائے الٰہی سے ہی پیدا ہوتے ہیں، لیکن اللہ رب العزت نے شیطان کو جو موقع قیامت تک کے لیے بخشا ہے، اس کے پیش نظر وہ سحر، جادو اور ٹوٹکے سے لوگوں کو نقصان پہونچا پاتا ہے۔

جادو کی ہی قبیل سے علم نجوم اور کہانت ہے، ان تینوں کام کے کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جادو کی تصدیق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا، اسی حکم میں ایسے منتر، ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک بھی آتے ہیں جن میں اللہ کے علاوہ کسی سے استمداد اور قرآنی آیات اور دعاء ماثورہ کے علاوہ دیوی دیوتاؤں اور مشرکانہ منتر کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جارہا ہو، فقہاء نے اس طرح کی بعض صورتوں کو شرک جلی اور بعض کو شرک خفی قرار دیا ہے، کئی روایتوں میں ایسے جادوگروں کو قتل کرنے کا حکم آیا ہے، حضرت علی ابن ابی طالب سے منقول ہے کہ جادوگر اور کاہن دونوں کافر ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ ''جس جادو میں کوئی عمل کفر اختیار کیا گیا ہو، جیسے شیطان سے استغاثہ واستمداد یا کواکب کی تاثیر کو مستقل ماننا یا سحر کو معجزہ قرار دے کر اپنی نبوت کا دعویٰ کرنا تو یہ جادو باجماع امت کفر ہے اور جس جادو میں یہ افعال کفریہ نہ ہوں مگر معاصی کا ارتکاب کیا گیا ہو، وہ گناہ کبیرہ ہے۔ (معارف القرآن 1/179)

کاہن اور نجومیوں کو اسی زمرے میں رکھا گیا ہے اس لیکہ وہ علم غیب اور غیب کی باتوں کی خبر دینے کے دعویدار ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ رب العزت ہی عالم الغیب ہے، طبرانی کی ایک روایت ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات پر یقین کرے تو اس سے توبہ کی توفیق چالیس سال تک روک دی جاتی ہے، ابوداؤد ونسائی کی روایت میں ہے کہ بدشگونی وبدفالی اور چڑیا اڑانا بت پرستی ہے، بخاری شریف کی ایک روایت میں کاہنوں کے طریقۂ کار کی وضاحت کی گئی ہے کہ آسمانی فیصلوں کا ذکر فرشتے آسمان دنیا پر کرتے ہیں، شیطان اسے چھپ کر سنتا رہتا ہے اور کاہنوں کو بتادیتا ہے، کاہن اس میں جھوٹی باتیں ملاکر پاس آنے والوں کو بتاتا ہے۔

قرآن واحادیث میں سحر وجادو، کہانت، علم نجوم، بدشگونی اور بدفالی سب کو ممنوعات کے ذیل میں رکھا گیا ہے، اس کا کرنے والا بعض حالتوں میں کافر اور بعض صورتوں میں مشرک ہوجاتا ہے، اس لیے ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے، نہ کرنا چاہیے اور نہ کسی سے کروانا چاہیے، ہمارے سماج میں بدفالی اور بدشگونی عام ہے، سفر کے وقت کسی نے ٹوک دیا، رات کو کتا بھونکنے لگا، آنکھیں پھڑکنے لگیں، تو اسے سفر کے ناکام ہونے، کسی کے مرنے اور مصیبتوں کے آنے کا اشاریہ سمجھا جاتا ہے، ظاہر ہے یہ سب ایمان ویقین کی کمی کا نتیجہ ہے، اس سے وہم پیدا ہوتا ہے، بازاروں میں بغیر پونجی کے دعا تعویذ اور گنڈوں کے کاروبار کی بڑی منڈی سجی ہوتی ہے وہاں جاکر لوگ ایمان اور مال دونوں کھوکر لوٹتے ہیں، اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے، ٹھگوں کے چکر میں مت آیئے اور آنے والے تمام مصائب وپریشانی کو من جانب اللہ سمجھئے، اسی سے صحت وشفایابی کی دعا مانگیے، کیوں کہ شفا دینے والی ذات اللہ رب العزت ہی کی ہے۔

اچھی باتیں

''لوگ کیچڑ اچھالیں تو پرواہ نہ کرو، کیوں کہ انسان صرف وہی دے سکتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے ☆ زندگی دوبارہ واپس نہیں ملتی، اسی سے اس دکھ میں غصے میں نفرت میں، ناراضگی میں یا کسی سے جھگڑا کرنے میں برباد نہ کریں ☆ کچھ لوگ رشتوں کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں، اور کچھ خاموش ہیں اس لیے رشتے برقرار ہیں ☆ کچھ زخموں کی کوئی عمر نہیں ہوتی وہ خاک ہونے تک ساتھ رہتے ہیں ☆ زندگی قسمت سے چلتی ہے، دماغ سے چلتی تو بربل بھی بادشاہ ہوتا ☆ جد وجہد کا سبق اس بیج سے سیکھئے جو زمین میں دفن ہوکر بھی لڑائی لڑتا ہے اور تب تک لڑتا ہے، جب تک دھرتی کا سینہ چیر کر اپنے وجود کو ثابت نہیں کردیتا۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''ہندوستان میں نشلی دواؤں کی اسمگلنگ اور ان کا استعمال تیزی سے سماجی اور قانونی مسائل پیدا کررہا ہے، بھوپال میں بڑی مقدار میں نشلی دواؤں کی برآمدگی سے واضح ہوتا ہے کہ دواؤں کی اسمگلنگ کرنے والوں نے خفیہ طور پر اپنی سرگرمیوں کو بڑھاتے ہوئے جڑیں مضبوط کرلی ہیں، بڑے شہروں سے لے کر چھوٹے قصبوں تک نشلی دواؤں کی پہونچ تیزی سے بڑھ رہی ہے، اندازہ یہ ہے کہ اب یہ قومی مسئلہ بن گیا ہے، نشلی دواؤں کے اسمگلروں پر خصوصی دھیان رکھنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہ ایک سماجی بیماری ہے، جو جوانوں کو اپنے جال میں پھنسا کر ان کی زندگی تباہ کررہی ہے، جن ریاستوں میں شراب پر پابندی ہے، وہاں بھی دھڑلے سے دوسری نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت جاری ہے، بڑی قیمت ادا کیجئے تو شراب بھی چوری چھپے دستیاب کراتی جارہی ہے، یہ ایک المیہ ہے۔'' (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

طوفان نوح کی جھلک

''اور ہم تم لوگوں کو خوف، بھوک، مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے کچھ ضرور آزمائیں گے، اس سلسلہ میں آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں، جن کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف واپس ہونا ہے'' (سورہ بقرہ:۱۵۶)

مطلب: اللہ رب العزت کبھی کبھی اپنے بندوں کو ابتلاء و آزمائش کے مختلف مرحلوں سے گذارتا ہے تا کہ وہ اس کے ایمان و یقین کا امتحان لے سکے کہ پریشانی کے اس گھڑی میں بندہ صبر و شکر کی زندگی گذارتا ہے یا بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، کیونکہ جو صابر و شاکر ہوتے ہیں وہ اللہ کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، ہماری جانیں اور ہمارے اموال سب کچھ اللہ کی ملکیت ہیں، اس کو تصرف کا پورا حق ہے، اس لئے وہ کسی بھی حال میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں، لیکن جو لوگ ناشکرے ہیں وہ حوادث سے متاثر ہو کر شکوہ و شکایت کرتے پھرتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں، وہ کمزور ایمان والے ہیں، ان کا یہ طرز عمل مومنانہ شان کے خلاف ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم تمہارا امتحان لیں گے، کسی قدر خوف سے جو کہ ہجوم مخالفین یا نزول حوادث و شدائد سے پیش آوے اور کسی قدر فقر و فاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے مثلاً مویشی مر گئے، یا کوئی آدمی مر گیا، یا بیمار ہو گیا، یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہوگئی، پس تم صبر کرنا اور جو لوگ ان امتحانوں میں پورے اتر آویں اور مستقل رہیں تو اے نبی ؐ آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے جن کی یہ عادت ہے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ دل سے سمجھ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم تو مع مال و اولاد حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے، اس سے مملوک کا تنگ ہونا کیا معنیٰ؟ اس لئے کہ ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں (تلخیص خلاصہ تفسیر معارف القرآن) چنانچہ ایسے مومنین و صادقین کی قرآن نے تعریف کی ہے جو صبر آزما حالات میں اللہ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں اور اللہ سے امن و عافیت کی دعاء کرتے ہیں اور قدرتی آفات اور بلائے آسمانی پر دعاء اور مناجات میں لگ جاتے ہیں اور ان بلاؤں اور آفتوں کو تازیانہ عبرت بھی سمجھتے ہیں، ابھی حالیہ دنوں میں شمالی بہار میں بھیانک سیلاب آیا، ہر طرف خود و ہراس اور دہشت کا ماحول بن گیا، کوسی کے پشتوں کے ٹوٹنے سے بستیوں کی بستیاں زیر آب ہوگئیں، دو چند بستیاں تو تیز پانی کے بہاؤ میں بہہ گئیں، گھر کے اثاثے تنکوں کی مانند پانی پر تیرنے لگے، لوگ جان بچا کر کسی طرح ٹیلوں، باندھوں اور بچے کھچے پختہ مکانات کی چھتوں پر پناہ گزیں ہوگئے، آمد و رفت کے ذرائع اور مواصلاتی نظام پوری طرح ٹھپ پڑ گیا، بس یوں سمجھئے کہ طوفان نوح کی جھلک تھی، میں نے یہ دل خراش منظر خود اپنی آنکھوں دیکھا کہ آبی طغیانی نے کتنے ہی مکانات کے نام و نشان تک کو مٹا دیا، مصیبت کی اس گھڑی میں امارت شرعیہ پھلواری شریف کی امدادی ٹیمیں بچاؤ اور امداری سامانوں کے ساتھ بروقت متاثرہ علاقوں میں پہونچیں اور پریشان حال لوگوں کے درمیان خوردنی اشیاء تقسیم کیں، بعض سیلاب زدہ علاقے فضائی آلودگی سے متاثر ہوگئیں، لوگ بیمار پڑنے لگے تو ان کے لئے دوائیاں مہیا کی گئیں، مولانا سجاد میموریل امارت شرعیہ کی میڈیکل ٹیمیں جانچ پڑتال کے بعد مفت دوائیاں دیں، جن سے قدرے لوگوں نے راحت محسوس کیا، بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں، مگر مومن بندہ ان حالات سے نہیں گھبراتا ہے، کیونکہ یہ حالات دیرپا نہیں رہتے ہیں، بلکہ ہر تنگی کے بعد فراخی اور ہر خوف کے جلو سے امن و عافیت کی بہاریں نمودار ہوتی ہیں، اس لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں سچے مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے بلکہ وہ آزمائش کے وقت بھی اپنے موقف اور عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اور حالات کو انگیز کرکے مستقبل کی کامیابی کے امیدوار رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حالات سے نبرد آزما ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

بدگمانی سے بچئے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک گمان اچھی عبادت کے درجے میں ہے'' (ابوداؤد شریف)

وضاحت: بدگمانی سے آپس کے تعلقات کمزور ہوتے ہیں اور دلوں میں نفرت و عداوت کے جذبات ابھرتے ہیں، علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا کہ بدگمانی ایک قسم کا جھوٹا وہم ہے جس کا نتیجہ ہے کہ ایسے شخص کو ہر ایک کام بدنیتی ہی معلوم ہوتی ہے اور کسی کے کام میں اس کو حسن نیت نظر نہیں دوسروں کی طرف انہونی باتیں منسوب کرنے لگتا ہے، اس سے آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے (سیرۃ النبی) اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کو دوسرے مومن سے اچھا گمان رکھنے اور بدگمانی سے بچنے کی تعلیم دی، ہاں اگر کوئی شخص کردار و عمل کے اعتبار سے بدنام زمانہ ہے تو ہمیں اس کیلئے خیر کی دعا کرنی چاہئے اور اگر اس کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی اصلاح پر توجہ دلا سکتے ہیں تو توجہ دلائیے، تاکہ وہ اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کی کوشش کرے، ورنہ دعا خیر کرتے رہئے، ان شاء اللہ اس سے معاشرہ و سماج میں انس و محبت کی ہوا چلے گی اور ہر ایک کو پھلنے پھولنے کا موقع فراہم ہوگا اور آپسی تعلقات میں استحکام بھی پیدا ہوگا، علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جس مسلمان کا ظاہر اچھا ہو اس کے بارے میں بدظنی جائز نہیں اور جس کا ظاہر خراب ہو اس کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کیلئے دعاء خیر کرتے رہنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اس کا حکم

س: ایک بچہ ماں کے پیٹ میں ہی مر گیا، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

ج: جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو زندگی کی کوئی علامت بوقت پیدائش اس میں نہ پائی گئی ہو، اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، البتہ اس کو غسل دے کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اور نام رکھا جائے گا:

"(والا) یستھل (غسل وسمی) عند الثانی وھو الاصح فیفتیٰ بہ علی خلاف ظاھر الروایۃ اکراما لبی آدم" (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۳/۱۳۱)

میت کو سڑ گل جانے کے بعد غسل دینا

س: بعض دفعہ کوئی میت اس پوزیشن میں ملتی ہے کہ اس کا جسم سڑ چکا ہوتا ہے، کیڑے لگ چکے ہوتے ہیں اور تعفن کی وجہ سے قریب جانا بھی مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا غسل دیئے بغیر دفن کیا جا سکتا ہے؟

ج: وہ میت جس کے سڑ گل جانے کی وجہ سے مسنون طریقہ پر غسل دینا ممکن نہ ہو تو اس پر پانی بہا دینا کافی ہے، بلا تجہیز و تکفین اور بلا نماز جنازہ دفن کرنا جائز نہیں ہے: "ولو کانت المیت متفسخا یتعذر مسحہ کفی صب الماء علیہ کذا فی التاتارخانیۃ" (الفتاوی الھندیۃ: ۱/۱۵۸)

شادی شدہ عورت کی تدفین کہاں ہو

س: اگر کوئی شادی شدہ عورت میکہ یا سسرال میں یا سفر میں انتقال کر جائے تو اس کو کہاں دفن کیا جائے گا، ایک خاتون جو اپنے شوہر کے ساتھ پردیس میں انتقال کر گئی، شوہر اس کی لاش اپنے گھر لایا اور اپنے یہاں دفن کرنا چاہتا تھا لیکن خاتون کے میکہ والے وہاں سے تین چار کیلومیٹر دور اپنے یہاں زبردستی لے جا کر دفن کئے ان کا کہنا یہ ہوا کہ شریعت کا قانون یہی ہے کہ عورت کو انتقال کے بعد میکہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

ج: مذکورہ مسئلہ منصوص نہیں ہے، نیز تلاش بسیار کے بعد اس سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ نہیں مل سکا، البتہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جس شخص کا جہاں انتقال ہوا اس کو وہیں دفن کرنا مسنون و مستحب ہے، بلا وجہ شرعی وہاں سے ایک دو میل سے زیادہ کی مسافت پر منتقل کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے: "یستحب فی القتیل و المیت دفنہ فی المکان الذی ماتت فی مقابر أولئک المسلمین" (مجمع الأنھر :۱/۱۸۷)

"ولونقل میلا أو میلین أو نحو ذلک فلابأس بہ ،وفی ھذا بیان أن النقل من بلد إلیٰ بلد مکروہ،لأنہ قدرالمسافۃ التی لایکرہ النقل فیھا بمیل أو میلین ،وھذا لأنہ اشتغال لایفید،فالأرض کلھا کفات للمیت،قال اللہ تعالیٰ :أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتاً،أَحْيَاءً وَ أَمْوَا تاً...ولولم یکن إلا تأخیر دفنہ أیاماً کان کافیاً فی الکراھۃ" (شرح السیر الکبیر،باب الشھید ومایصنع بہ :۲۳۷)

"وأما إذا أرادوا نقلہ قبل الدفن أو تسویۃ الدفن أو تسویۃ اللبن فلابأس بنقلہ نحو میل أو میلین قال المصنف فی التجنیس:لأن المسافۃ إلی المقابر قدتبلغ ھذا المقدار وقال السرخسی :قول محمد بن مسلمۃ ذلک دلیل علی أن نقلہ من بلد إلی بلد مکروہ.والمستحب أن یدفن کل مقبرۃ البلدۃ التی مات بھا" (فتح القدیر :۲/۱۴۹)

نیز موت کے بعد میت کو اس کی منزل (قبر) تک پہونچانے میں جلدی کرنے کا حکم ہے اور بلا وجہ تاخیر ممنوع ہے۔

"عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال لہ:یاعلی ثلث لاتؤخرھا الصلوۃ إذا آتت،والجنازۃ إذاحضرت والأیم إذا وجدت لھا کفواً" (سنن الترمذی:۱/۴۳)

نیز مسائل فقہیہ میں عرف و عادت کا بڑا دخل ہے اور بہت سارے مسائل وہ ہیں جن کی بنیاد عرف و عادت پر ہے، عورت کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس کا مدار بھی عرف پر ہی ہے، یہاں کا عرف یہ ہے کہ عورت کا انتقال اگر میکہ میں ہوا ہو تو میکہ میں اور اگر سسرال میں ہوا ہو تو سسرال میں تجہیز و تکفین اور تدفین کے مراحل باہمی رضامندی سے طے پاتے ہیں۔ اور یہی طریقہ بہتر ہے اور طریقہ مسنونہ کے زیادہ موافق ہے: "یستحب فی القتیل و المیت دفنہ فی المکان الذی ماتت فی مقابر أولئک المسلمین" (مجمع الأنھر :۱/۱۸۷)

اگر یہ معمول بنا دیا جائے کہ اگر کسی عورت کا انتقال ہو تو اس کی تدفین اس کے میکہ ہی میں ہوا کرے گی تو اس میں تاخیر تدفین، میت کو ایک جگہ سے بلا وجہ دوسری جگہ منتقل کرنے اور نقل و حمل کی تکلیف، میت کی بے حرمتی، میت کے بدن میں تغیر، اس کے پھول پھٹ جانے، بدبو پیدا ہوجانے اور برف پر رکھنے کی تکلیف وغیرہ جیسی شرعی خرابیاں لازم آئیں گی۔ جبکہ میت کو تکلیف دینا شرعاً ممنوع ہے: "عن عائشۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :کسر المیت ککسرہ حیا.یعنی فی الإثم،کمافی روایۃ ،قال الطیبی :إشارۃ إلی أنہ لایھان کمالایھان حیاً...وقد أخرج ابن أبی شیبۃ عن ابن مسعود قال:أذی المؤمن فی موتہ کأذاہ فی حیاتہ" (مرقاۃ المفاتیح : ۴/۱۷۰)

لہٰذا عورت کا انتقال اگر میکہ میں ہوا ہو تو میکہ میں اور اگر سسرال میں ہوا ہو تو سسرال میں تجہیز و تکفین اور تدفین کیا جائے جیسا کہ اس کا عرف ہے۔ اسی طرح اگر عورت کا انتقال نہ تو سسرال میں ہوا ہو اور نہ ہی میکہ میں بلکہ وطن سے دور کسی شہر یا ہاسپٹل میں ہوا تو اسے وہیں دفن کیا جائے جہاں انتقال ہوا ہے، بغیر شرعی و قانونی عذر کے ایک دو میل یا اس سے زیادہ کی مسافت پر منتقل نہ کیا جائے۔ اور اگر ضرورۃً منتقل کیا جائے تو آپسی اتحاد و اتفاق سے جہاں سہولت ہو وہاں دفن کر دیا جائے، اور اس مسئلہ کو اختلاف و انتشار کا ذریعہ نہ بنا جائے اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی گزاری جائے۔ کیوں کہ اختلاف و انتشار پیدا کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۱۷/ربیع الآخر۱۴۴۶ھ مطابق ۲۱/اکتوبر۲۰۲۴ء روز سوموار

پچھتاؤ گے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کے

اللہ رب العزت نے ہمیں ایک ایسی زمین دی تھی جو ہر اعتبار سے معتدل، پرسکون اور امن وشانتی سے بھری ہوئی تھی، زندگی کی بقا اور حیات کو خوبصورت بنانے کے لیے بھی سب کچھ یہاں موجود تھا، محبت اور پیار کا اتنا عظیم بھنڈار اس دنیا کو اللہ نے دیا تھا کہ لوگ اس کا استعمال کرکے اس زمین کو جنت نشاں بنا سکتے تھے، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکا ہابیل نے قابیل کو قتل کر دیا، اس طرح قتل وغارت گری فتنہ وفساد، حق وباطل کی ایسی معرکہ آرائی شروع ہوگئی کہ اس کو روکنا ممکن نہیں ہوسکا، فتنہ وفساد کیا ہے اور حق وباطل کیا، اس کا فیصلہ دو لڑنے والے تو کر نہیں سکتے تھے، اس لیے قرآن کریم اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اس سلسلے میں واضح ہدایات دی گئیں، اللہ رب العزت نے اعلان کیا کہ وہ زمین پر فساد کو پسند نہیں کرتے، دوسری طرف فسادیوں نے اپنی حرکات وسکنات، تحریک واحتجاج اور قتل وغارت گری کو اصلاح کا نام دیا، جب ان سے کہا جاتا کہ فساد نہ کرو تو وہ کہتے کہ ہم لوگ تو مصلحین ہیں، اللہ رب العزت نے ان کے اس خیال کی تردید کی اور برملا اعلان کیا کہ وہی لوگ فسادی ہیں۔

انبیاء کرام ہر دور میں زمین کو فتنہ وفساد سے پاک کرنے کے لیے آتے رہے، جدوجہد جاری رہی، کوششیں ہوتی رہیں، لیکن مفسدین اپنی حرکت سے باز نہیں آئے، آخر میں زمین سے فساد کرنے والوں کو اکھاڑ پھینکنے کا کام اس امت کے سپرد ہوا، اسلام نے فساد کے اسباب پر کاری ضرب لگائی، اس نے دنیا کو امن، شانتی، مساوات، آزادی کا پیغام دیا، اس آزادی کے نتیجے میں مخلوق کا رشتہ خالق سے مضبوط ہوا، اس مضبوطی نے انسان کو اللہ کے بنائے ہوئے طریقے پر چلنے کا پابند کیا، عدل وانصاف کے لیے آواز لگائی اور اپنے خلاف بھی بات جاتی ہو تب بھی حق وانصاف کا دامن پکڑے رہنے پر زور دیا، اس نے کھل کر اعلان کیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے، اسی طرح عزیز واقرباء، امراء وغربا کی منہہ دیکھی بھی نہ کیا کرو، انصاف کے حصول کے لیے اپنے والدین اور اعزواقربا کے خلاف بھی کھڑا ہونا ہو تو ہوا جائے، اس انصاف نے دنیا کو بدامنی سے پاک کرنے میں نمایاں رول ادا کیا اور ایک مدت تک دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بنی رہی، پھر دھیرے دھیرے لوگوں نے بدامنی اور تشدد کو اپنانا شروع کیا اور امن کے نام پر بدامنی اور تشدد کا بازار گرم ہوا، ایسے لوگوں میں ہٹلر، جوزف اسٹالن، ماؤزے تنگ، مسولینی، جارج بش نیتن یاہو وغیرہ کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے، ان حضرات نے امن پیدا کرنے کے نام پر جو بدامنی پھیلائی وہ تاریخ کا بدترین اور تاریک ترین باب ہے، ان حضرات کی بدامنی اور تشدد کی وجہ سے دو بڑی عالمی جنگیں ہوئیں، پہلی جنگ عظیم میں 17 ملین لوگ موت کی نیند سلائے گیے، جب کہ دوسری جنگ عظیم میں ایک اندازہ کے مطابق 55 ملین لوگوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا، ناگاساکی پر ایٹمی حملہ نے دو لاکھ لوگوں کو موت کی نیند سلایا جبکہ ویت نام اور بوسنیا کی جنگ میں پچاس پچاس لاکھ لوگ کام آئے، عراقی جنگ میں ایک کڑوڑ بیس لاکھ اور کمبوڈیا میں تین لاکھ لوگوں کو قربان کر دیا گیا، ان بدنام زمانہ لوگوں کے انفرادی نامہ اعمال کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جوزف اسٹالن کے حکم سے بیس ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) ماؤزے تنگ کے حکم سے بیس ملین، مسولینی کے حکم سے چار لاکھ، جارج بش کی تجارتی پابندیوں کے نتیجے میں صرف عراق میں پانچ لاکھ لوگ مرے، ایک سال سے جاری حماس اسرائیل جنگ میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ دنیا چھوڑ گیے، عرب بہاریہ کے نام سے تیونس سے مسلم حکمرانوں کو بے دخل اور کمزور کرنے کی جو کارروائی شروع ہوئی، اس نے تیونس لیبیا، عراق، شام سب کو کمزور کرکے رکھ دیا، حلب کی تباہی نے ہٹلر، مسولینی ہلاکو اور تاتاریوں کی تاریخ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، حلب ختم ہوگیا، بچوں اور عورتوں کی چیخیں بھی عرب لیگ اور عرب دنیا کو اس کی مدد پر آمادہ نہیں کرسکیں، روس اور امریکہ کا موقف بھی اس معاملہ میں ایک ہی رہا، ایران حلب کو شیعوں کی نوآبادی بنانے کے لیے سنیوں کو تہہ تیغ کرنے میں معاون بنا رہا، پاسداران انقلاب نے بشار الاسد کی حکومت کو بچانے کے لیے ایسی خون کی ہولی کھیلی کہ انقلاب اور پاسداران دونوں لفظ کی معنویت کھوگئی، قتل وخون کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور عالمی برادری کا ضمیر سویا نہیں، مردہ ہوگیا ہے، ان پر مظلوموں کی چیخ وپکار کا کوئی اثر نہیں، فلسطین کے مظلوموں کے قتل پر سب کی آواز گلے میں گھٹ کر رہ گئی، نہ جانے تباہی وبربادی کا یہ طوفان کب تھمے گا؟ جب تھمے گا تو شاید بہت دیر ہوچکی ہوگی۔ اور ہمارا یہ کہنا بھی بیکار ہوگا۔ ’’پچھتاؤ گے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کے۔

ان حالات میں جب ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی ہے، اور سب کچھ امن کے نام پر کیا جارہا ہے، بدامنی کو ختم کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ محبت وخیر خواہی کے جذبے کو فروغ دیا جائے، بقاء باہم کے اصول کو رواج دیا جائے؛ اس لیے کہ اقوام متحدہ بھی کچھ ملکوں کی کٹھ پتلی کے طور پر کام کر رہا ہے، جو پوری دنیا میں جھگڑوں اور بربادی پر روک لگانے کے لیے وجود پذیر ہوا تھا، اس کے اثرات ختم ہوگیے ہیں، اور وہ اپنا مضبوط کردار امن کے لیے نہیں پیش کر رہا ہے، یا پیش کرنا نہیں چاہتا ہے، اگر وہ اپنا کردار صحیح سے ادا کرتا اور بڑی طاقتوں کی کٹھ پتلی نہیں بنتا تو فلسطین،، شام، یمن، لبنان وغیرہ میں جاری جھگڑے کب کے ختم ہوگیے تھے۔

آج پوری دنیا میں تشدد اور بدامنی کے لیے مذہب کو بدنام کیا جاتا ہے، کوئی تشدد کی بنیاد اقتصادی ناہمواری کو قرار دیتا ہے اور کوئی بدامنی کا سبب سیاست اور اقتدار کی خواہش کو سمجھتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ بدامنی بے انصافی، اقتصادی ناہمواری اور اقتدار کی بے جا خواہش کی وجہ سے روئے زمین فساد کی آماجگاہ بن گیا ہے، مذہب کی غلط تشریح اور اس کی تعلیمات کی ان دیکھی بھی روئے زمین میں فساد کا بڑا ذریعہ ہے۔

امن کی تلاش اور اس کا حصول ساری دنیا کا مشترکہ مسئلہ ہے، بدامنی کے اثرات انسان ہی پر نہیں دریا، پہاڑ، حیوانات ونباتات اور جمادات تک پر پڑتے ہیں، اس لیے بدامنی کا مرکز جہاں کہیں بھی ہو اور اس کی قیادت کوئی بھی کر رہا ہو، یہ پوری دنیا کے لیے خطرہ ہے، جس طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں پھینکا جانے والا ایک پتھر پورے تالاب میں حرکت اور تلاطم کا سبب ہوتا ہے، ویسے ہی ملک اور بیرون ملک بدامنی کا کوئی پتھر پوری دنیا میں مد وجزر پیدا کر دیتا ہے، پوری دنیا پر اس کے مادی، نفسیاتی، جذباتی، معاشی اور معاشرتی اثرات پڑتے ہیں، ترقیاتی منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، پیداوار رک جاتی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بدامنی کو دور کیا جائے، امن کے فارمولے بروئے کار لائے جائیں اور مصلحین کے لبادے میں موجود مفسدین کو سامنے لایا جائے؛ تاکہ دنیا کے سامنے ان کا حقیقی چہرہ آئے اور قرآن کریم کی زبان میں ہم کہہ سکیں کہ یہی لوگ مفسدین ہیں، لیکن سمجھتے نہیں۔ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ.

دل کو دل بنایئے

دوحرف کا ایک چھوٹا سا لفظ دل، انسان کی ساری تگ ودو کا مرکز اور اعمال کا سرچشمہ ہے، یہ صالح رہتا ہے تو جسم سے اچھے اعمال کا صدور ہوتا ہے اور یہ بگڑ گیا تو اعمال فساد وبگاڑ کے شکار ہوجاتے ہیں، گوشت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے پر خیر وشر کا مدار ہے اور صوفیاء کے یہاں اصل زندگی دل کی زندگی ہے اور زندگی عبارت اسی کے جینے سے ہے، اسی لیے شاعر نے کہا ہے کہ ’’زندگی زندہ دلی کا نام ہے، مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں‘‘ اور یہ کہ ’’دل زندہ تو نہ مرجائے کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے‘‘۔

حدیث میں آتا ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑجاتا ہے، پھر اگر اس نے توبہ کے پانی سے اسے دھودیا تو قلب صاف ہوجاتا ہے اور اس میں نیکیوں کی فصل لگنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، لیکن اگر توبہ کی توفیق نہیں ہوئی تو گناہ کرتے کرتے دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے، اس مرحلہ میں جانے کے بعد نیکیوں کی توفیق نہیں ہوتی اور اسکے دل کان اور آنکھ پر مہر لگ جاتی ہے۔ اب اس کے پاس دل تو ہے؛ لیکن وہ سمجھتا نہیں؛ اس کے پاس آنکھ ہے لیکن دیکھتا نہیں، اور اس کے پاس کان ہے، لیکن سنتا نہیں، اس کی اس حالت کی وجہ سے اس کا دل پتھر کی طرح سخت ہوجاتا ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت، کیوں کہ پتھروں سے تو بسا اوقات چشمے پھوٹتے ہیں، اور نہریں جاری ہوتی ہیں، پانی نکل آتا ہے اور کبھی کبھی وہ خشیت الٰہی سے گر بھی پڑتے ہیں، لیکن یہ گوشت پوست کا انسان اس سے بھی گیا گزرا ہوجاتا ہے اور اس کے دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اس کی آنکھیں آنسو نہیں بہاتیں اور اس کے کان اچھی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور بالآخر وہ اپنی زندگی کے دن مکمل کرکے قبر میں جاسوتا ہے اور آخرت میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

دل کو جن چیزوں سے سخت نقصان پہونچتا ہے، ان میں عناد، کبر، حسد، بغض، نفاق اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کو ہوا دینا ہے، جس دل میں نفرت کی آگ جل رہی ہو، اس میں محبت کے پودے نہیں لگا کرتے، یہی حال کبر کا ہے، کبر کے ساتھ اللہ کی عظمت جمع نہیں ہوتی، ہر حال میں اللہ کی بڑائی کا اقرار ہی دل کی دنیا بدل سکتی ہے، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع اور انکساری کی ہدایت کی، تواضع دل کا ہی عمل ہے، یہ عمل جتنا مکمل ہوگا اللہ ورسول کے احکام وہدایت پر عمل کرنے کے لیے دل اسی قدر آمادہ وتیار ہوگا۔

دل کو صالح رخ دینے میں عفو ودرگذر، تحمل وبرداشت اور حسد وکینہ سے پاک ہونے کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، ان اوصاف کے بغیر دل اس مقام ومرتبہ تک نہیں پہونچ سکتا، جس کی امید ایک مؤمن سے کی جاتی ہے۔

اس لیے دل کو دل بنانے کی کوشش کرنی چاہیے یہ آسانی سے نہیں بنتا، لاکھ رگڑیں کھا کر دل، دل بنتا ہے، بے راہ روی کے اس دور میں دل کی حفاظت بڑا کام ہے اور اس بڑے کام کے لیے سخت ریاضت اور ’’درد دل‘‘ کی ضرورت ہے، بقول بہادر شاہ ظفر: درد دل کے واسطے ہی انسان کو پیدا کیا گیا ہے، جہاں تک طاعت وبندگی کا سوال ہے وہ تو اللہ کی ہر مخلوق کر رہی ہے اور انسان سے زیادہ پابندی سے کر رہی ہے۔

دل کو درست کرنے کے لئے اہل دل کی صحبت ومعیت ضروری ہے، اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو تقویٰ اور صدیقین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، دل میں محبت الٰہی اور خشیت خداوندی پیدا کرنے کے لیے کسی ایسے کی صحبت میں رہنا چاہیے جو یہ آگ دل کی دنیا میں لگا سکے، دراصل یہ آگ لگتی نہیں، لگائی جاتی ہے، اور یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں یہ دولت وافر مقدار میں موجود ہو اور اسے اپنے ساتھ رہنے والے پر خرچ کا سلیقہ بھی آتا ہو، بزرگوں کی خانقاہیں اور اہل اللہ کی گلیاں تجربہ سے اس کام کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوئی ہیں، یہی وہ جگہ ہے جہاں سے وافر مقدار میں ’’دوائے دل‘‘ ملتی ہے، ضرورت تلاش کی ہے، جستجو کی ہے، صحیح اور فکرمند اہل اللہ کے دروازے پر پڑے رہنے کی ہے، میرے خیال میں یہ بات صحیح نہیں ہے کہ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دوکان اپنی بڑھا گئے۔ تلاشیے، شاید آپ کے قریب ہی کوئی دل کو صیقل کرنے والا موجود ہو۔

امیر شریعت سادس سمینار

گذشتہ ۲۰،۲۱/اکتوبر۲۰۲۴ء کو مولانا نظام الدین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام المعہد ہال امارت شرعیہ میں امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کی حیات وخدمات پر سمینار کا انعقاد کیا گیا، پورے ملک سے کئی نامور اہل قلم نے اس سمینار کے لیے مقالے لکھے، جن کی تعداد ایک سو سے زائد ہے، ان مقالوں سے حضرت کی حیات وخدمات کے کئی اہم گوشے سامنے آئے۔

سمینار کے عمومی اجلاس کی صدارت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، افتتاحی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے فرمائی، جبکہ دوسرے دن کی پہلی نشست کی صدارت حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے فرمائی، صدارتی خطاب میں ان حضرات نے امیر شریعت سادس کے حوالہ سے اپنے تعلقات اور ان کی خدمات پر روشنی ڈالی، اس موقع سے جن کتابوں کا اجراء ہوا، ان میں حضرت مولانا تقی احمد فردوسی ندویؒ کی خودنوشت ’’حیاتی‘‘ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

اس سمینار نے امیر شریعت سادس کی دور امارت میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے ذریعہ منعقد بانی امارت شرعیہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ کی یاد دلادی، جو حضرت کی وفات کے نصف صدی گذرنے کے بعد منعقد ہوا تھا، مولانا سید نظام الدین فاؤنڈیشن اور اس کے ذمہ دار حضرت کے صاحب زادہ مولانا عبد الواحد ندوی ہم سب کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں، جنہوں نے ہم سب کی جانب سے اس قرض کو اپنا فرض سمجھ کر ادا کیا، امارت شرعیہ اور اس کے خدام نے آنے والے مہمانوں کے اکرام واحترام اور رہائش کی سہولت بہم پہونچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگلا سمینار امارت شرعیہ کے زیر اہتمام قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی حیات وخدمات پر ہونا ہے، ہمیں امید ہے کہ وہ سمینار بھی تاریخی ہوگا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مولانا محمد شبلی القاسمی

مولانا مشیر الحق قاسمی مظفرپوری خدمات اور یادیں

موت ایک حقیقت ہے جس سے ہرایک کوگذرنا ہے؛ لیکن کچھ اموات ایسی ہوتی ہیں جواپنوں کی طرح دوسروں کے لئے بھی بڑی شاق ہوتی ہیں، موت کی اصل تلخی کا احساس خود داعی اجل کو لبیک کہنے والوں کو ہوتا ہے جسے سکرات الموت کہتے ہیں جس سے ہرایک کوگذرنا ہے، اس لئے آسان موت کی دعا دی گئی ہے، اس کے بعد عالم برزخ کے معاملات اور حالات سے گذرنا کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے، پھراس کی آسانی اور بہتری کی بھی تعلیم ودعائیں کثرت سے آحادیث میں وارد ہیں، جولوگ مرنے والوں سے جتنے قریب اور متعلق ہوتے ہیں ان کوبھی کئی قسم کی گھٹن، مشکلات اور کڑواہٹ کوقبول کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ قربت قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے ہو، رفاقت کی وجہ سے ہو یا ان کے کمالات، محاسن، خدمات، برکات وفیوض کی وجہ سے ہو، پھران چیزوں کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا ہے موت کا نقصان بھی اتنا ہی پھیلا ہوا ہوتا ہے، اس لئے ایک عالم دین کی موت کو دنیا کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے، حضرت مولانا مشیر الحق قاسمی مظفر پوری علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ میرا ذاتی نقصان ہے اور میرے لئے صبر آزما ہے، مولانا میرے رشتہ دار تو نہیں تھے؛ لیکن میرے رفیق، درسی ساتھی، ہم مزاج، ہم خیال، ہم فکر اور خیر خواہ تھے، اس کے ساتھ ان کی خدمات بالخصوص قرآن کریم سے وابستگی، اس کی تعلیم، اس کا فروغ، قرآنی تعلیم کے منفرد نوعیت کے اداروں کا قیام، دینی وملی تحریکات اور سرگرمیوں کی وجہ سے بھی میں کافی متأثر تھا، ان کا جواں سالی میں انتقال، سرگرمیوں، کاموں اور خدمات کے درمیان سے اچانک اٹھ جانا ایک ملی سانحہ اور تعلیمی خسارہ ہے، مولانا عزائم اور منصوبوں کو اپنی سخت کوشی، مثبت افکار، مقبول راہوں اور آسان طریقوں سے پایۂ تکمیل تک پہونچانے کا ہنر جانتے تھے، وہ خوش خلقی کے پیکر، اخلاص ووفا کی راہوں پر گامزن شخص تھے۔

مولانا کی ولادت یکم فروری 1972ء ضلع مظفر پور، تھانہ کٹرہ کے بیل پکونہ گاؤں میں ہوئی، والد کا نام ظہیر احمد، والدہ کا نام ساجدہ خاتون اور دادا کا نام منظور احمد ہے، ابتدائی تعلیم علاقہ کی عظیم روحانی اور بافیض شخصیت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ العالی سے حاصل کی، اس کے بعد رسول پور نستہ اور شمالی بہار کی قدیم تعلیم گاہ جامع العلوم مظفر پور میں ہوئی، پھر مدرسہ دینیہ غازی پور اور شیخ الاسلام شیخوپورا اعظم گڑھ میں اپنے وقت کے نامور مصنف، معروف اور بافیض استاد حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی علیہ الرحمہ سے تعلیم وتربیت پائی، وہاں ایک ہی کمرے میں ہم دونوں آدمی رہے، تعلیم اور مطالعہ کا شوق؛ بلکہ حصول علم کے لئے جنون کی کیفیت یہیں سے پیدا ہوئی، یہاں ہم خوان وہم نوالہ ہونے کا موقع بھی ملا، اس کے بعد ہم لوگ عربی ہفتم میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے، ان سے میرا تعلق 1988 سے رفیقانہ، دوستانہ اور ہم سبق ہونے کا رہا، جو مشرقی یوپی کے ایک تاریخی اور بافیض ادارہ مدرسہ دینیہ غازیپور سے شروع ہوکر مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپورا اعظم گڑھ، دارالعلوم دیوبند سے بڑھتا ہوا تا وفات 8/اکتوبر 2024ء تک رہا، ان چھتیس سالوں کی طویل مدت میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم دونوں میں کوئی دوری ہوئی، طالبعلمی کا زمانہ جہاں عموماً شعور مغلوب اور شرارت غالب ہوتی ہے، اس وقت بھی ہم دونوں کا آپس کے تعلقات بڑے شیریں، پڑھنے، لکھنے اور مطالعہ میں ایک دوسرے سے بہتر تعاون کا رہا، کئی مرتبہ وہ درسی کتابوں کے تکرار میں میرے ساتھ رہے اور کئی مرتبہ وہ خود الگ تکرار کی مجلس قائم کرتے؛ لیکن نہ رفاقت میں کمی ہوئی اور نہ مزاج میں ناہم آہنگی واقع ہوئی، قلبی لگاؤ اتنا رہا کہ اتنی طویل مدت گذر گئی اور لگتا ہے کہ ابھی رفاقت کا آغاز ہوا ہے، مولانا فطری طور پر سلیم الطبع، متحمل المزاج، خوش کلام اور خوش اخلاق واقع ہوئے تھے، وہ پڑھنے کے زمانہ ہی سے ملی خدمات کا شوق رکھتے تھے، آپسی گفتگو میں یہ چیزیں بار بار آتی تھیں۔

فراغت کے بعد میں نے اپنے گاؤں اسراہی پوسٹ پرسونی ضلع مدھوبنی میں اپنی طفولیت کے زمانہ کے دوست مولانا محمد لقمان صاحب متوطن اسراہی کے ساتھ مل کر مدرسہ روضۃ العلوم قائم کیا، جو الحمد للہ اب تک اپنے مقصد میں کامیاب اور رواں دواں ہے، میں نے دو سالوں تک وہاں رہ کر تدریسی اور انتظامی خدمت انجام دی، مدرسہ ابتداء ہی میں جم گیا اور قیام کے اگلے سال ہی عربی اول تک تعلیم پہونچ گئی، مالابدمنہ، میزان الصرف اور نحومیر وغیرہ میں خود پڑھاتا تھا، اسی درمیان فقیہ العصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمہ نائب امیر شریعت امارت شرعیہ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی معیت میں پھلواری شریف آگیا اور مولانا مشیر الحق قاسمی صاحب نے فراغت کے بعد محلہ رام باغ ضلع مظفر پور کی مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری قبول کی، وہاں آپ نے تعلیمی نظام بھی شروع کیا، اتنے ذمہ دار شخص تھے کہ گھر کی ذمہ داری، بھائی، بہن اور والدین سب کو لے کر چلے اور مظفر پور قیام کے شروعاتی دور ہی میں اپنے والد گرامی جناب ظہیر احمد صاحب کو اپنے ساتھ رکھ کر تجارت بھی شروع کردی؛ تاکہ معاشی اعتبار سے آسانیاں رہے، ذہن ودماغ تعمیری اور فکر بلند تھی؛ چنانچہ 11/اپریل 1999ء کو انہوں نے اپنی نوعیت کا پہلا حفظ کا ادارہ مظفر پور میں **"ترتیل القرآن"** کے نام سے قائم کیا، میرے علم کے مطابق ریاست بہار کے آپ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے حفظ قرآن کا خودکفیل اقامتی ادارہ عصری علوم کے اہتمام کے ساتھ قائم کیا، انہوں نے پختہ عزم کیا اور الحمد للہ اس پر آخری دم تک جمے رہے کہ میں زکوۃ وصدقات سے اپنا ادارہ نہیں چلاؤں گا، گارجین اور والدین سے فیس لوں گا، اور اس سے حفظ قرآن کریم کے ساتھ انگریزی تعلیم اور مذہبی تربیت دوں گا، حیرت ہوتی ہے کہ مختصر فیس رکھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص، کفایت شعاری، حسن انتظام کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے اسے مقبولیت عطا فرمادی، وہ مالدار والدین جو اپنے نورنظر کو قرآن کریم کی تعلیم دینا چاہتے تھے؛ لیکن موجود مدارس سے وہ یک گونہ مطمئن نہیں تھے جن کی تعداد بھی کم نہیں ہے، ان کے لئے یہ نظام ایک تحفہ سے کم ثابت نہیں ہوا، بچوں کی کثرت ہونے لگی، پھر کرایہ کے مکان سے الگ مدرسہ کی زمین خریدی اور اس پر مدرسہ کی کئی منزلہ عمارت تعمیر کی اور مدرسہ چندوارہ میں جیل روڈ نہر کے کنارے اپنی بلڈنگ میں منتقل ہوگیا، مولانا نے جس وقت یہ نظام قائم کیا، انہیں کئی قسم کے تبصروں سے گذرنا پڑا، اہل علم کی ایک معتدبہ جماعت کے اختلاف کو جھیلنا پڑا، لوگ کہتے تھے کہ حفظ کی تعلیم کوئی انگریزی تعلیم ہے، جو فیس لے کر دی جائے؛ لیکن مولانا اس پر مصر رہے کہ ہم مالداروں کے بچوں کو فیس لے کر ہی تعلیم دیں گے، انہیں نہ زکوۃ کھانی چاہئے اور نہ میں کھلاؤں گا، خیراتی ادارے بہت اور ہر جگہ ہیں، جولوگ اس کے مستحق ہیں یا ایسا مزاج رکھتے ہیں ان کے لئے موجود مدارس بہت ہیں، لوگوں کا مزاج قبل سے ایسا نہیں تھا، اسلئے شروعاتی دور میں مشکلات سے گذرنا پڑا؛ لیکن استقامت، حوصلے اور فکر کی بالیدگی کے ساتھ کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کو ملی، ادارہ کامیاب ہوا، پھر مولانا نے لڑکیوں کی مذہبی اور عصری تعلیم کا ادارہ **"بشریٰ للبنات"** کے نام سے اسی جگہ الگ سے قائم فرمایا اور اس کے لئے الگ زمین خریدی، نصف درجن ملازمات اور معلمات کی نگرانی میں لڑکیوں کی تعلیم کا یہ رہائشی ادارہ بھی چل رہا ہے، ڈیڑھ سو کے قریب طالبات ہاسٹل میں داخل ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے دوسروں نے بھی اس نظام کو فروغ دینا شروع کیا، پھر درجنوں نہیں سینکڑوں اس طرح کے ادارے قائم ہوگئے، میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم قرآن کے اس طریقۂ کار اور نظام کے بہار میں بانی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ ان کے نامۂ اعمال میں ان تمام اداروں کی طرف سے خیر منتقل کرے گا جو اس طرز کے قائم ہوئے اور ہورہے ہیں اور جن سے ملت کی بڑی ضرورت کی تکمیل ہورہی ہے، اسلام ایک وسیع فکر کا حامل اور آفاقی مذہب ہے، اس میں ہر طبقۂ حیات سے تعلق رکھنے والوں کے لئے راہیں موجود ہیں، اسکول کی طرز پر مدارس میں فیس کا نظام اور مذہبی وعصری کتابوں پر مشتمل نصاب تعلیم، ادارے سے متعلق اساتذہ اور منتظمین کی ضروریات کی تکمیل کی حد تک خرچ لینا ایک بہتر اور موجودہ وقت کا مقبول نظام ہے، اس طرح کے بھی ادارہ کی ضرورت ہے۔

مولانا تحریکی اور تعمیری ذہنیت کے مالک تھے، اس لئے اہم ملی تعلیمی، مذہبی اور فلاحی تنظیموں سے ذمہ دارانہ وابستگی رکھتے تھے، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ سے زبردست قلبی اور فکری لگاؤ تھا، امارت شرعیہ کے کاموں کو اپنے دائرہ اثر میں بڑی خوش مزاجی اور رغبت کے ساتھ انجام دیتے تھے، وہ تنظیم امارت شرعیہ ضلع مظفر پور کے نائب سکریٹری اور جمعیۃ علماء ہند ضلع مظفر پور کے نائب صدر تھے، رام باغ میں وقف کی پھیلی ہوئی اراضی میں امارت شرعیہ کے دارالقضاء کے قیام کی پہلی فکر ان کی تھی، انہوں نے سب سے پہلے مجھے فون پر کہا کہ فلاں جگہ دارالقضاء کے لئے مناسب ہے، میں نے ان کے ذمہ داروں سے بات کی ہے، نمبر دیتے ہیں آپ بھی بات کرلیں؛ چنانچہ بات آگے بڑھی، ضلع وقف کمیٹی اور ریاستی وقف بورڈ سے منظور ہوکر امارت شرعیہ کے لئے وہ زمین مختص ہوئی جس پر تعمیر کا کام ہونا ہے، ان شاءاللہ۔

مولانا نے کئی سو حفاظ اپنے ادارے سے تیار کئے جو ملک کے اہم مدارس یا یونیورسیٹی سے تعلیم پاکر قوم وملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں یا تعلیم پارہے ہیں، مولانا نے اپنے بچوں کی بھی بہتر تعلیم و تربیت فرمائی، مولانا کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، الحمد للہ ساتوں حافظ وقاری اور حافظہ وعالمہ ہیں، اللہ کا کرم رہا کہ مولانا کی اہلیہ محترمہ بھی حافظہ ہیں اور مولانا کے کاموں کو آگے بڑھانے میں ان کی قابل قدر قربانیاں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان اداروں کو آگے بڑھانا اور ان کے فیض سے امت کو مستفیض کرنا مقصود تھا کہ مولانا نے اپنی زندگی میں مدرسہ کی بڑی حد تک ذمہ داری اپنے لڑکے عزیزم حافظ وقاری ثاقب مشیر کے حوالہ کردی تھی اور لڑکیوں کے مدرسہ کی ذمہ داری اپنی بڑی صاحبزادی بشریٰ مشیر (عالمہ و پی ایچ ڈی) کے سپرد کردی تھی، دونوں نے والد بزرگوار کی خصوصی رہنمائی، تربیت اور شفقت کے سایہ میں نظم ونسق کا سلیقہ حاصل کرلیا تھا، یہ دونوں ادارے المشیر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے تحت مولانا کی نگرانی میں خوب پروان چڑھ رہے تھے، مولانا کے دیگر تعلیمی عزائم بھی تھے، اللہ تعالیٰ ان سے خوب کام لے رہا تھا کہ وہ پھیپھڑے کی بیماری کے شکار ہوگئے جو ان کی موت کا سبب بن گیا اور دوران علاج ہی پٹنہ آئی جی آئی ایم ایس میں 8/اکتوبر 2024 کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ☆☆☆ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

آہ! ایک مخلص، خیر خواہ، دعا گو خادم قرآن دوست بچھڑ گیا، ان کی وفات پر ملال کی خبر مولانا قاضی محمد یوسف صاحب نائب مہتمم مدرسہ محمود العلوم دملہ نے روتے ہوئے دی، خبر سن کر تھوڑی دیر کے لئے سکتے میں آگیا، فوراً اسپتال پہونچا، وہاں ان کے بچے بچیوں اور بیوہ کا رو روکر قابل ترس اور دل کو بے چین کردینے والا حال دیکھا، تسلی دی، صبر کی تلقین کی اور امارت شرعیہ کے ایمبولینس سے جسد خاکی ان کے آبائی گاؤں بیل پکونہ (مظفر پور) کے لئے روانہ کیا، راہ میں مظفر پور میں روک کر غسل وتکفین کا عمل ہوا اور پہلی نماز جنازہ بعد ظہر مظفر پور میں ادا کی گئی جہاں مدرسہ کے طلبہ، اساتذہ، شہر واطراف کے علماء، ائمہ اور مخلصین ومحبین شریک جنازہ ہوئے، نماز جنازہ حضرت مولانا صدر الحسن صاحب استاذ جامع العلوم مظفر پور (جو مولانا کے بھی استاذ ہیں) نے پڑھائی، دوسری نماز جنازہ بعد عصر مولانا کے آبائی گاؤں بیل پکونہ میں ادا کی گئی، جس میں ایک میں بھی شریک تھا، نماز سے قبل حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم اور دیگر کارکنان وذمہ داران امارت شرعیہ کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کیا گیا اور موقع کی مناسبت سے مختصر تعزیتی گفتگو بھی کی گئی، پھر نماز جنازہ مولانا علیہ الرحمہ کے ماموزاد بھائی مولانا آفتاب عالم قاسمی نے پڑھائی، بعد ازاں تدفین گاؤں کے قبرستان میں عمل میں آئی، اس طرح بولتا ہوا چمن سدا کے لئے خاموش ہوگیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا کے وارثین میں اہلیہ، تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جن میں کئی نابالغ ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو حوصلہ وہمت دے، غیبی نصرتوں سے نوازے، ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ قائم فرمائے، مولانا علیہ الرحمہ کے قائم کردہ اداروں کی ترویج وترقی کا کام ان سے لے، ان اداروں کو مولانا کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور جنت الفردوس ان کا ٹھکانہ ہو (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی ایک بڑے صاحب دل اور صاحب نسبت بزرگ گذرے ہیں، ان کی اصلاحی مجلسوں میں بڑے بڑے اصحاب فضل وکمال شریک ہوا کرتے تھے اور ان کے ملفوظات کو قلم بند کرتے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ان کی علمی مجالس کے بڑے قدر داں تھے، آپ جب بھی بھوپال کا سفر کرتے، ان کی مجالس میں ضرور شرکت فرماتے اور بطور اشارات افادات نوٹ بھی فرماتے، ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء تک کے ملفوظات کو قلم بند کر کے کتاب ''صحبتے با اہل دل'' کے نام سے شائع کیا جنہیں علمی حلقوں میں قبولیت واعتراف کا مقام حاصل ہوا، یہاں ہم اس کتاب کے چند ملفوظات افادہ عام کیلئے شائع کررہے ہیں۔

ہر موقع پر حساب بیباق کرنے کی ضرورت نہیں: فرمایا: کہ ہر موقع پر جواب دینے اور حساب بیباق کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بعض وقت نظر انداز کر دینا ہی مناسب ہوتا ہے، مسلمان بعض وقت جذبہ میں آکر کھیل بگاڑ دیتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، ایک مرتبہ فسادیوں نے کلثوم بیا کی مسجد پر حملہ کیا، اس کو نقصان بھی پہونچایا، پولیس نے موقع کا معائنہ کیا، مسلمانوں کی مظلومیت اور فسادیوں کی تعدی ثابت تھی، لیکن بعض لوگ جوش میں آکر جامع مسجد پہونچ گئے اور اشتعال پیدا کرادیا، پولس نے عین رمضان میں جامع مسجد پر چھاپہ مارا اور بڑی تعداد مسلمانوں کی گرفتار کر کے لے گئی، بہت سے معتکفین کو بھی مسجد سے اُٹھا کر حراست میں لے لیا اور مقدمہ اُلٹ گیا۔ حیدرآباد میں ایک بینک کے قریب ایک ویران سی مسجد تھی، قریب ہی بینک کے انگریز منیجر کی کوٹھی تھی، ایک درویش کہیں سے آئے، انہوں نے مسجد میں اذان دیدی، انگریز کے ملازمین اور عملہ والوں نے بہت سخت سست کہا اور نکال دیا، وہ دوسرے وقت یا دوسرے دن پھر آئے اور پھر اذان دی، لوگوں نے پھر ان کو ڈانٹا ڈپٹا، وہ خاموشی سے چلے گئے، تیسرے دن پھر آئے اور اذان دی اب لوگوں نے لات گھونسوں سے ان کی تواضع کی، انہوں نے سب برداشت کیا، اسی طرح سے وہ آتے رہے اور اذان دیتے رہے، آخر مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی اور انہوں نے نرغہ کیا اور مسجد کو آباد کرنے پر اصرار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز نے ٹوپی ان کے قدموں پر رکھ دی اور ان سے معافی مانگی، یہ صبر وتحمل کا نتیجہ ہے۔

بندگی سب سے اونچا مقام ہے: فرمایا: ''بندگی'' اور اپنے کو مٹانا سب سے اونچا مقام ہے، بے نفسی، خود افکاری اور اپنے کو خاک وخاشاک سمجھ لینے سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور کمال نہیں، امام ربانی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے کرامات کا بہت ظہور ہوا ہے ان کو قیامت میں تمنا ہوگی کہ کاش ایسا نہ ہوتا، کڑا مانک پوری میں ایک بزرگ گزرے ہیں، حضرت خواجگی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجگیؒ دسویں صدی ہجری کے مشائخ کبار میں سے ہیں، آپ مصنف نزہۃ الخواطر مولانا سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے اجدادِ مادری میں ہیں، تصنیفات میں ''مراد مرید'' یادگار ہے، اس کا قلمی نسخہ مولانا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے لوح مزار پر یہ دو اشعار لکھ دیے جائیں

برائے خدا اے عزیزان من — نویسید بر گور من ایں سخن
کہ چوں خواجگی در تہ خاک شد — نکو شد زخس کم جہاں پاک شد

جسمانیت زیادہ ہوتی ہے تو احساس کم ہوتا ہے: فرمایا جس میں جسمانیت زیادہ ہوتی ہے، احساس کم ہوتا ہے، جس میں جسمانیت کم ہوتی ہے، احساس زیادہ ہوتا ہے، دیکھے پاؤں میں جسمانیت زیادہ ہے اس میں احساس بہت کم ہے، اس کے نیچے مٹی کچرا اور کتنے ہی بالوں کا گچھا آجائے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن آنکھ باریک سے بال اور چھوٹے سے ذرہ کو بھی برداشت نہیں کر سکتی، اس لئے روح (جس میں جسمانیت بالکل نہیں) بہت لطیف الاحساس اور ذکی الحس ہے، پس جس قدر روحانیت بڑھے گی لطافت وقوت ترقی کرے گی۔

انسان کی چار قوتیں: فرمایا کہ: طب کی کتابوں میں آتا ہے کہ معدہ میں چار قوتیں ہوتی ہیں (۱) قوت جاذبہ (۲) قوت ماسکہ (۳) قوت ہاضمہ (۴) قوت دافعہ۔ قوت جاذبہ کا نتیجہ اشتہا، قبولیت کا مادہ اور جو چیز پیش کی جائے اس کا استقبال ہے، بعض لوگ اس قوت سے محروم ہوتے ہیں اور ان کے اندر یہ صلاحیت مفقود ہوتی ہے، انہیں کے لئے قرآن مجید میں کہا گیا ہے: ''**سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** (ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے) بعض لوگوں میں قوت ماسکہ کا فقدان ہوتا ہے، یعنی وہ چیز تو قبول کر لیتے ہیں لیکن اس کی حفاظت نہیں کر سکتے ہیں، وعظ ونصیحت سے متاثر ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی اس ماحول سے نکلے، معلوم ہوتا ہے کچھ سنا ہی نہیں اور کوئی تاثر لیا ہی نہیں، میں نے ایک جلسۂ وعظ میں ایک صاحب کو دیکھا ان پر شدت سے گریہ طاری ہے اور بیحد متاثر ہیں، مجھے ان کی رقیق القلبی پر بہت رشک آیا، مجھے خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر اب ان سے کبھی زائل نہ ہوگا، لیکن جیسے ہی وعظ ختم ہوا اور وہ باہر آئے میں نے دیکھا کہ انہوں نے بیڑی نکالی اور اپنے دوست سے کہا کہ میاں ماچس ہے؟ میں اپنی ماچس لانا بھول گیا، معلوم ہوا کہ جیسے اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور یہ کبھی روئے ہی نہیں تھے، قوت ہاضمہ کا یہ فعل ہے کہ جو چیز قبول کرے اس کو جزو بدن بنائے جو کچھ سنے یا دوسروں سے کہے اس پر خود بھی عمل کرے، ایک محلّہ کے مؤذن نے محلّہ کے ایک با اثر آدمی سے شکایت کی کہ میاں! میں اذان دیتا ہوں، کوئی نماز کو نہیں آتا، کہنے لگے ابھی لاتا ہوں، با اثر وصاحب رسوخ آدمی تھے، محلّہ میں گشت کیا اور لوگوں سے مسجد میں آنے کے لئے کہا، بہت سے لوگ مسجد میں آگئے، لوگوں کو مسجد میں پہونچا کر خود تشریف لے جانے لگے، مؤذن نے کہا کہ میاں آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ کہنے لگے کہ اتنے آدمیوں کو مسجد لے آیا ہوں اب بھی مجھ سے کہتا ہے (گویا اب میری کیا ضرورت ہے)۔

قوت دافعہ کا یہ فائدہ ہے کہ معدہ جب کسی چیز کو لیتا ہے تو قوت دافعہ منافی اجزا کو خارج کرتی ہے اور ان کے داخل ہونے سے انکار کرتی ہے، مثلاً طبیعت میں صلاحیت پیدا ہوئی، علم وذکر نے اپنا اثر کیا، کچھ باطنی اصلاح ہوئی تو اخلاق رذیلہ، غصہ، حسد، حرص، حُبّ دنیا وغیرہ جیسے اخلاق دور ہوئے اور ان سے انسان محفوظ ہوگیا، لیکن جن لوگوں میں قوتِ دافعہ کا فقدان ہوتا ہے، وہ ان متضاد اثرات کو دفع نہیں کر سکتے اور فوراً ان کا اثر قبول کر لیتے ہیں، اورنگ زیب عالمگیرؒ کے ایک مصاحب ودرباری کسی بزرگ کے مرید تھے، وہ اپنے پیر کی ہمیشہ تعریف کیا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں بادشاہ کے تشریف لے جانے کی درخواست کرتے بادشاہ ٹال دیتے، ایک مرتبہ جی میں آگیا، فرمایا آج ہم تمہارے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے، بادشاہ نے کوتوال شہر سے کچھ فرمایا، الغرض پیر صاحب کی خدمت میں سلطان حاضر ہوئے، پیر صاحب اس وقت بڑے بڑے معارف وحقائق بیان فرما رہے تھے، مضامین کا ورود تھا، اتنے میں کوتوال شہر حاضر ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا، جہاں پناہ بڑا غضب ہوگیا، فلاں افغانی نور بافوں کے محلّہ میں گئے تھے، وہاں کسی بات پر تکرار ہوگئی، ان نور بافوں نے ان افغانی کو بہت زدوکوب کیا، اتفاق سے پیر صاحب بھی افغانی تھے، یہ سنکر آپے سے باہر ہوگئے، سب معارف وحقائق بھول گئے اور گالی دے کر کہا کہ وہ ہرگز افغانی نہ ہوگا، اگر افغانی ہوتا تو جولا ہے اس کو پیٹ نہیں سکتے تھے، یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ ان بزرگ میں قوت دافعہ نہیں تھی، وہ ایک ذرا سی بات پر مشتعل ہوگئے اور اس حملہ کی مدافعت نہ کر سکے۔

اصل مسئلہ دل ودماغ کے متاثر ہونے کا ہے: فرمایا کہ: اصل مسئلہ دل ودماغ کے متاثر ہونے کا ہے، بعض لوگوں کے دل ودماغ انگریزی تعلیم وتہذیب سے متاثر ہوجاتے ہیں اور بعض ان میں غوطہ لگانے کے باوجود انگریزی تعلیم وتہذیب سے قطعاً متاثر نہیں ہوتے، یہاں شاہ جہاں بیگم صاحبہ کے زمانہ میں عبدالجبار خان صاحب وزیر ریاست بن کر آئے، انہوں نے اعلیٰ انگریزی تعلیم پائی تھی اور حکام اور اعلیٰ درجہ کے انگریزوں کے ساتھ ان کے گھریلو قسم کے تعلقات تھے، ان کے گھر میں انگریزوں کا آنا جانا رہتا تھا، لیکن دل ودماغ ان سے بالکل متاثر نہ تھے، نہایت جری، نڈر اور پکے مسلمان تھے، حلیہ اور لباس دیندار مسلمانوں کا تھا، وزارت کا چارج لیا تو دیکھا کہ ایک بڑی رقم منشی امتیاز علی صاحب مرحوم کے زمانہ سے جاری ہے، اس کی مدت عرصہ ہوا ختم ہو چکی تھی، لیکن اس کا ارسال جاری تھا، بیگم صاحبہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ رہنے دیجئے خواہ مخواہ فتنہ کھڑا ہوگا، انہوں نے کاغذات منگوائے، رزیڈنت کی غلطی تھی، انہوں نے حکام بالا کو لکھا، رزیڈنٹ کو سخت ناگوار ہوا، انہوں نے پروانہ کی اور جتنی رقم غلط جا چکی تھی اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رزیڈنٹ کا تبادلہ ہوا اور ان کی فتح، بیگم صاحبہ سے جا کر عرض کیا وہ ان کی کارگزاری اور جرات سے بڑی خوش ہوئی، ایک مرتبہ کوئی بڑا انگریز حاکم آرہا تھا بیگم صاحبہ کے علاوہ سارا عملہ استقبال کے لئے گیا، ریاست کے ایک انگریز افسر بھی موجود تھے، انہوں نے اپنے ماتحت ایک مسلمان افسر سے کہا کہ فلاں کاغذ نہیں آیا، انہوں نے جواب میں کہا کہ ان شاء اللہ جلد بھیج دیا جائے گا، اس پر اس نے ان شاء اللہ پر کچھ طنز کیا، وزیر صاحب کے کان میں یہ بات پڑی، انہوں نے اس انگریز سے کہا کہ تم نے ہمارے دین کی توہین کی ہے، میں آنے والے مہمان سے سب سے پہلے اسی کی شکایت کروں گا، وہ بہت سٹپٹایا اور بار بار معافی مانگی، بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہوا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا واقعہ: حضرت مولانا حسین احمد مدنی بھوپال تشریف لائے ہوئے تھے، تین روز کا قیام تھا، میاں (بڑے صاحبزادے مولوی محمد سعید صاحب) اور ان کے ماموں خانقاہ تشریف لانے کی دعوت دینے کے لئے گئے، مولانا نے معذرت فرمادی کہ سب اوقات گھر چکے ہیں اب کوئی وقت باقی نہیں ہے، دونوں ناکام واپس آئے، میں نے کہا تم بچے ہو، ابھی تمہیں کہنا نہیں آیا، میں گیا، حضرت آرام فرما رہے تھے، مجھے دیکھ کر اُٹھنے لگے، میں نے کہا نہیں آپ آرام فرمائیے، مجھے صرف ایک مسئلہ پوچھنا ہے، میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ ایک شخص نے مسجد بنائی وہ دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اندر آنے والوں کو روکتا ہے، مولانا نے فرمایا کہ جب وہ مسجد بنا چکا اور وقف کر چکا تو اب اس کو کیا حق ہے؟ میں نے کہا آپ بھی مسجد ہیں، آپ نے اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دیا ہے، اب جو چاہے آپ سے فائدہ اٹھائے، فرمایا میں ضرور آؤں گا، لیکن کھانے کے بجائے چائے پر اکتفا کریں، میں نے عرض کیا مجھے تو دوسرا ہی فائدہ اٹھانا ہے، میں پانی پلا کر رخصت کر دوں گا، چنانچہ تشریف لائے میں نے نظر بچا کر اُن کی جوتیاں سیدھی کیں کہ عالموں کا احترام اللہ ورسول کی محبت کی دلیل ہے اور وہ تو حدیث نبوی کے شیخ تھے، دیر رات تک حدیث کا درس دیتے تھے، اہل دنیا کا حال ہے کہ ان کی محفل میں کوئی بڑا عہدہ دار آجاتا ہے تو مجلس میں کھلبلی مچ جاتی ہے اور کوئی دیندار آتا ہے تو کسی کی توجہ بھی نہیں ہوتی ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت نہیں۔

مسکین شاہ صاحب اور ان کا زھد وتوکل: مسکین شاہ صاحب کا تذکرہ فرمانے لگے جو حضرت شاہ سعد اللہ صاحبؒ کے خلیفہ اور وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، فرمایا کہ: زہد اور تارک الدنیا حقیقی معنی میں مسکین شاہ صاحب تھے، نظام دکن میر محبوب علی خاں بڑے رعب اور وقار کے آدمی تھے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جرمنی کا شاہزادہ ان کے پہلو میں بیٹھا تھا، شاہی بگھی پر سوار تھے اور شہزادہ اتنا مرعوب تھا کہ سمٹتا چلا جاتا تھا، اس خاندان میں عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے کچھ اعمال واشغال چلے آرہے ہیں، جن کی وجہ سے میر محبوب علی خاں مرحوم میں ایسی کیفیات تھیں، میں نے ان میں بعض کرامتوں کا ظہور بھی دیکھا ہے، غرض میر محبوب علی خاں بہ ایں حشمت ووقار مسکین شاہ صاحب کے یہاں حاضر ہوتے وہ حجرہ میں مشغول ہوتے، نظام صحن میں ٹہلتے رہتے، جب وہ فارغ ہوتے اور عرض کیا جاتا کہ اعلیٰ حضرت تشریف لائے ہیں تو اندر آنے کی اجازت ہوتی، تھوڑی دیر کے بعد کہہ دیتے کہ اب جائیے آپ کا حرج ہوگا، ایک دن وہ جاگیر کا پروانہ لے کر آئے، دیکھ کر فرمایا: کچھ اضافہ کیجئے، پھر فرمانے لگے کہ سورج جہاں سے نکلتا ہے، وہاں سے لیکر اس جگہ تک جہاں ڈوبتا ہے میری جاگیر ہے، وہاں سے مجھے رزق ملتا ہے، اب اس سے زیادہ آپ دے سکیں گے تو دے دیجئے، اسی طرح طالب الدولہ نے ایک باغ نذر کرنا چاہا، انکار فرمایا اور کہا کہ اس مسجد کے پیچھے جو تھوڑی سی زمین ہے وہ کافی ہے، وہیں مسجد الماس کے پہلو میں مزار مبارک ہے، میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ: میں نے اُن کی زیارت نہیں کی انہوں نے ۱۳۱۴ھ میں ارتحال فرمایا، میں ۱۳۲۲ھ میں حیدرآباد گیا ہوں، اس وقت ان کے جانشین تسکین شاہ صاحب تھے۔

Scanned with CamScanner

دینی مجالس اور ان کی عظمت واہمیت

مولانا محمد رضوان القاسمی

دینی مجالس اور ذکر الٰہی کے حلقے اپنے اندر جو غیر معمولی خیر و برکت رکھتے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان میں شریک ہونے والوں کی جو پذیرائی ہے وہ ان احادیث سے ظاہر ہے واقعہ بھی ہے کہ قلب ونظر کی اصلاح ذہن ومزاج کی درستگی اور حصول معلومات میں یہ مجلسیں اور حلقے جتنے مفید، موثر اور کار آمد ثابت ہوئے ہیں۔ اب تک کوئی دوسرا طریقہ اتنا مفید موثر اور کار آمد ثابت نہیں ہوا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان مجالس کے بارے میں صحیح لکھا ہے کہ: ''ان مجالس میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات سے اور عام تحریرات میں نہیں ملتی پھر زندگی کے مختلف حالات ومسائل میں مختلف المزاج لوگوں کو ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کی توقع بھی لگے بندھے ہوئے طریقہ پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جاسکتی، ان مجالس سے روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، ایمان ویقین میں تازگی آتی ہے اور انسان اپنے قدم کو عمل کی طرف بڑھتا ہوا پاتا ہے۔'' ان مجالس کی عظمت واہمیت ہی کی بناء پر حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی ''علماء اور دانشوروں کی مجلس میں جایا کرو اور ان کی باتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنو! ان کی باتوں میں نور رہتا ہے اور خدا اس نور سے مردہ دلوں کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح خشک زمین کو بارش کے پانی سے زندگی اور شادابی بخشتا ہے''۔

دینی مجالس کی حقیقت وعظمت سے حضرات صحابہؓ خوب واقف تھے جس کی وجہ سے وہ اس طرح کی مجلسوں اور اجتماعات کو قائم کرنے میں سرگرم عمل رہتے اور ان میں پوری آمادگی اور ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے، مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذوق صحابہؓ ہی میں نہیں صحابیاتؓ میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں صحابیات کی پوری ہمت افزائی فرمائی ہے، نمونہ کے طور پر چند مثالیں لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ملاقات جب کسی صحابی سے ہوتی تو وہ ان سے فرماتے ''آؤ تھوڑی دیر ہم اپنے رب پر ایمان لائیں) اس جملہ سے ان کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ آؤ ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر خدا کا ذکر کریں اس کے احسانات یاد کریں اور اپنی دینی معلومات بڑھائیں۔ حسب عادت انہوں نے جب یہ جملہ ایک صحابی سے کہا تو وہ ان کے اس مبہم جملہ کے مقصد کو نہیں سمجھ سکے ان کے دل میں خیال آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو ہمہ وقت مومن رہنے کی ہے، انہیں کیا ہوگیا ہے کہ تھوڑی دیر کے ایمان کی دعوت دیتے ہیں، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اپنے اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن رواحہ کی شکایت کی چونکہ آپ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کی حالت سے واقف تھے، اس لئے شکایت سن کر فرمایا: آپ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکے اللہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر رحمت نازل فرمائے، وہ آپ کو دینی اجتماع کی دعوت دے رہے تھے اور اپنے رب پر ایمان کو تازہ کرنے کی خواہش کر رہے تھے انہیں ان مجالس سے محبت ہے جن پر ملائکہ فخر کرتے ہیں۔ (مسند احمد) حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ زمین وجائداد اور مختلف کاروبار کی مشغولیت کی بناء پر ہم میں سے سبھوں کو اس کا موقع نہیں ملتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ کی باتیں سنیں، تو جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاکر آپکی باتیں سنتے تھے وہ وہاں سے آکر مجلس منعقد کرکے پوری دیانت کے ساتھ آپ کی باتیں موجود نہ رہنے والوں کو بتادیا کرتے تھے۔ (ریاض الصالحین) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وعظ ونصیحت کی مجلس ہر پنج شنبہ کو منعقد ہوا کرتی تھی، لوگ اس مجلس میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ بعض لوگوں نے ان سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنے ارشاد و بیان سے ہم سبھوں کو روزانہ استفادہ کا موقعہ دیں، انہوں نے فرمایا ہر دن وعظ وتقریر سے مجھے جو چیز روکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں اکتا دینا پسند نہیں کرتا، میں ناغے سے وعظ ونصیحت کیا کروں گا جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو وقفہ سے نصیحت فرماتے تھے اور آپ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔ (جمع الفوائد)، حضرت ابن عباسؓ کی علمی ودینی مجلس زمزم کے اس زاویہ میں ہوا کرتی تھی جو صفا اور وادی سے ملا ہوا ہے اور زمزم پر جانے والے کے بائیں جانب پڑتا ہے۔

یہی مدرسہ ابن عباسؓ تھا، جہاں بڑے بڑے علماء اسلام زانوئے ادب تہ کرتے تھے، اسی مدرسہ سے مجاہد بن جبیر، عطاء بن ابورباح، طاؤس بن کیسان، سعید بن جبیر، سلیمان بن یسار، ابوالزبیر، محمد بن مسلم اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہم اللہ جیسے ائمہ دین وایمان نکلے۔ (تبلیغی وعلمی سرگرمیاں عہد سلف میں، ص۲۳)، مشہور صحابی حضرت ابوالدرداءؓ جامع بنوامیہ دمشق میں قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد لوگ آپ کو قرآن پڑھنے کے لئے گھیر لیا کرتے تھے آپ دس دس آدمیوں کی جماعت بناتے اور ہر جماعت کے لئے ایک ذمہ دار اور نگراں مقرر فرماتے، خود محراب میں تشریف رکھتے اور دائیں بائیں طلبہ کی جماعتوں کی نگرانی کرتے، ایک دن آپ نے خود طلبہ کو شمار کیا تو ان کی کل تعداد سولہ سو (۱۶۰۰) سے زائد نکلی۔ (تبلیغی وعلمی سرگرمیاں عہد سلف میں، ص۲۵۰)، ابومسلم خولانی کہتے ہیں کہ جب میں حمص کی مسجد میں گیا تو دیکھا تقریباً تیس ادھیڑ عمر کے صحابہ کرامؓ موجود ہیں اور ان کے درمیان ایک نوجوان ہے جس کی آنکھیں سرگیں اور دانت چمکدار ہیں۔ یہ نوجوان خاموش ہے اور دینی مذاکرہ جاری ہے اور جب لوگوں کو کسی بات میں شک وشبہ پیدا ہوتا ہے تو اسی سے دریافت کرتے ہیں، پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ (تبلیغی وعلمی سرگرمیاں عہد سلف میں ص ۲۷)، ایک دفعہ عورتوں کی طرف سے ایک خاتون نمائندہ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی ساری تعلیم وتربیت ان مردوں کے حصہ میں آگئی، ہمارے لئے بھی تو ایک دن مقرر فرمائیے جس میں آپ ہمیں اللہ کی ہدایت سے واقف کرائیں، آپ نے فرمایا اچھا فلاں دن فلاں کے یہاں تم سب جمع ہوجانا۔ چنانچہ وہ جمع ہوئیں اور آپ حسب وعدہ تشریف لے گئے اور اللہ کی باتیں بتائیں، ان ہی باتوں میں آپ نے ایک بات یہ بھی بتائی کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ صبر کرے تو یہ بچے اس کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ بن جائیں گ تو ایک عورت نے پوچھا کہ اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو؟ آپ نے فرمایا دو بچوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ (الادب المفرد)، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں عورتوں کو ہدایت کی کہ شراب کے برتن میں چھوارے نہ بھگوئے جائیں۔ (سنن نسائی)، ایک دفعہ ایک خاتون حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا میری بیٹی دولہن بنی ہے لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (مسند احمد)

غور کیجئے اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہ حضرات صحابہ وصحابیات کے ہر طبقے میں مجلسوں کے ذریعہ دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ کتنا عام تھا، یہ جہاں گئے دینی مجالس کے فکر وخیال سے خالی نہیں رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی مجلس میں مرد کے لئے پردہ کے ساتھ وعظ کہنے کی اہمیت کا احساس دلایا، حضرت عائشہؓ کے عمل نے اس کا ثبوت بھی بہم پہنچایا کہ خواتین کا بھی آپس میں دینی جوڑ ہونا چاہئے اور وہ اپنے درپیش دینی مسائل میں کسی ایسی خاتون کی طرف رجوع بھی ہوسکتی ہیں جن پر اعتماد ویقین ہو کر وہ ہماری صحیح رہنمائی کریں گی۔

دینی وعلمی مجالس کی افادیت اور عظمت واہمیت پر نظر صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے ساتھ معزز تابعین اور ہر زمانہ کے علماء کرام و بزرگان دین کی بھی رہی ہے، انہوں نے بھی اس سلسلہ میں کافی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے اور پوری سرگرمی دکھائی ہے، ان کی ان مجالس سے سیکڑوں گم کردہ راہوں کو راہیں ملی ہیں، ہزاروں بے چین دل کو چین نصیب ہوا ہے اور لاکھوں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اور بہتوں نے اپنی علمی، دینی تشنگی بجھائی ہے۔ تاریخ کی زبانی چند مجلسوں کی تذکرہ درج ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گورنر جعفر بن برقان کے نام ایک سرکاری خط میں لکھا کہ ''جو فقہاء اور علماء تمہارے یہاں موجود ہیں، ان سے کہو کہ وہ اپنے علوم کو اپنی نجی مجلسوں اور مسجدوں میں بیٹھ کر عام کریں۔'' (جامع بیان العلوم ج۱، ص۲۴)، چنانچہ پہلی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام کے مرکزی شہروں اور چھوٹی بستیوں میں یہ سلسلہ جاری ہوگیا اور لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ شریک ہوکر دین کی باتیں معلوم کرنے لگے، مصر کی جامع مسجدوں اور عام مسجدوں میں تعلیم وتعلم اور وعظ و تذکیر کی سرگرمیاں روزانہ کے معمولات میں داخل تھیں اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے پورے دن بازار بند رہتے تھے اور تمام تاجر اور خریدار سویرے جامع مسجد میں آکر ذکر وشغل، نماز اور سیکھنے سکھانے میں مصروف ہوجاتے تھے۔ (تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں ص۳۹)، علامہ مقدسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ مصر کی ایک مسجد کے علمی ودینی حلقوں کا شمار کیا تو کل ایک سو دس (۱۱۰) نکلیں۔ (تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں ص۳۸)

حضرت امام شافعیؒ جب بغداد سے مصر گئے تو آپ نے جامع عمرو بن عاصؓ میں اپنا حلقۂ درس قائم کیا اور تقسیم اوقات کرکے کتاب وسنت اور فقہ کی تعلیم کے ساتھ شعر وادب اور نحو ولغت کے طالب علموں کے لئے بھی ایک وقت مقرر فرمایا۔ (تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں ص۲۶)، ملک شام کے احناف مسجد اقصیٰ میں بعض نمازوں کے بعد وعظ وتذکیر کا حلقہ کیا کرتے تھے، جس میں وہ زبانی وعظ کہنے کے بجائے کتاب میں دیکھ کر قرآن وحدیث اور واقعات واخبار بیان کرتے تھے۔ (تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں ص۴۵)، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م۵۶۱ھ) کی مجالس میں بادشاہ اور وزراء نیازمندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے، علماء وفقہاء اور عام لوگوں کا کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں چار چار دواتیں شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلمبند کرنے کے لئے لائی جاتی تھیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج۱، طبع دوم، ص ۲۳۸) حاضرین حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات وشبہات کا جواب پاتے تھے، آپ کی مجالس کے مواعظ جو محفوظ ہیں، ان کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرمتے ہیں۔ ایک طویل مدت گذر جانے کے بعد بھی ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ (م۵۹۷ھ) کی مجالس میں خلفاء وسلاطین، وزراء اور اکابر علماء بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے تھے۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، دس پندرہ ہزار آدمیوں سے تو کسی طرح کبھی کم نہ ہوتے، تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں، آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا، اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی، عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ سید اسماعیل لاہوریؒ (م۴۴۵ھ) علوم ظاہری اور باطنی، علم فقہ وتفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے۔ ۳۹۵ھ میں بخارا سے لاہور تشریف لائے تھے، ان کے آنے کے بعد ہی ان کے وعظ کی مجلس شروع ہوگئی، مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے، ان کا بیان اس قدر موثر تھا کہ ہر روز سیکڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوتے تھے، لاہور کی مسجد میں جمعہ کے روز جب ان کا سب سے پہلا بیان ہوا تھا تو اس موقعہ پر دو سو پچاس آدمی زمرۂ اہل توحید میں داخل ہوئے، دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس، تیسرے جمعہ کو ایک ہزار، اسی طرح آپ کے ارشادات اور مجلس وعظ سے بکثرت لوگ اسلام میں شریک ہوتے رہے۔ (تاریخ الاولیاء ج۱، ص۳۲۳)

ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا، آپ کی مجلس وعظ سے اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں اور جو مسلمان تھے، ان کی اصلاح ہوئی کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے، صرف دہلی سے اجمیر آتے ہوئے راستہ میں آپ کے ذریعہ سات سو مسلمان ہوئے۔ کتاب ''دعوت اسلام'' میں ایک مجلس میں ۹۰/لاکھ مسلمان ہونے کا ذکر ہے۔ ؎ قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

اس ذیل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا نام بھی بھلایا نہیں جاسکتا، پچاس برس کے طویل عرصہ تک دہلی جیسے مرکزی مقام میں آپ مسند ہدایت وارشاد پر متمکن رہے اور ہزاروں اور لاکھوں کو فائدہ پہنچا، دور دراز گوشوں سے اپنی مختلف ضرورتوں کے تحت لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم دہلی آتے تو وہ اپنی قومی خوش اعتقادی کی بناء پر آپ کے پاس بھی آتے اور مجلس میں شریک ہوتے، اس طرح شریک ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد آپ کی مجلسوں کے ذریعہ مسلمان ہوئی ہے، مؤرخین کا خیال ہے کہ عجیب نہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں میواتی آپ ہی کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ (م۱۲۴۶ھ) کی پوری زندگی اصلاح وتبلیغ اور جہاد و مجاہدہ میں گذری، یہ جب اپنے تبلیغی وفد کے ساتھ کلکتہ پہنچے تو منشی امین الدین کی دعوت پر ان کے یہاں قیام فرمایا: اپنے پندرہ بیس روزہ قیام میں وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا، آپ کی ہر مجلس وعظ میں دو دو ہزار سے زیادہ امراء، علماء اور درویش شریک رہتے تھے، غرباء اور عام لوگوں کا تو کچھ شمار نہ تھا، وعظ کے بعد ہر روز کچھ لوگ آپ کے پاس آتے اور کہتے کہ حضرت ہم تو سوائے مسلمان نام کے اور کوئی بات اسلام کی نہیں جانتے تھے، اسلام کا حال آج ہم نے آپ کی زبان سے سنا اور گویا آج ہی سے ہم مسلمان ہوئے۔

Scanned with CamScanner

اسرائیل پر ایران کا جوابی حملہ

محمد قمر عالم ندوی

کوئی کسی کو اتنا نہ ڈرائے کے دل سے خوف ودہشت ہی ختم ہو جائے ،اسرائیل کا جھوٹا دعوی کے ہماری انٹیلیجنس کو ہرٹھکانہ معلوم ہےاور گھر میں گھس کر ماریں گے یہ بہت ہی بچکانہ حرکت اور غیر ذمہ دارانہ بات ہے ،ایران نے یکم اکتوبر ۲۰۲۴ کو اسرائیل پر جوابی حملہ شروع کردیا، پہلے ہی حملے میں ایران نے تابڑ توڑ ۴۰۰ سو کروز بالسٹک میزائیل سے بارش کی طرح حملہ کردیا جو ابتک کا سب سے بڑا حملہ کہا جارہا ہے، اسرائیل کے فوجی اڈوں اور تیل کی تنصیبات پر میزائیل داغے گئے، ۸۰ فیصد نشانے پر جاکر لگے ہیں، جس سے اسرائیل بلبلا اٹھا ہے، ہاتھ پیر کانپنے لگا ہے ،اسرائیل کی فوجین ناکام ثابت ہورہی ہے، اسرائیل کا بہت جانی ومالی نقصان ہوا، اس حملے کی کچھ تصویریں اور ویڈیوز بھی آنے لگے ہیں، البتہ اسرائیل زیادہ چھپا رہا ہے اور بہت کم بتارہا ہے، وہ صرف اس لئے اسرائیل کی جگ ہنسائی ہوجائے گی دنیا بھر میں رسوائی ہوگی، اسرائیل اپنی ناکامی کو بھی چھپائے گی اور واہ واہی کے لئے کچھ بھی کرسکتی ہے۔

اسرائیل وایران کی دشمنی بہت پرانی ہے، دونوں مما لک کی دشمنی کا آغاز ۱۹۷۹ سے ایران میں ہونے والی اسلامی انقلاب کے بعد سے ہوا تھا، جس کی وجہ سے فلسطین کی سرزمین پر اسرائیل کا قبضہ تھا، یہ دشمنی اتنی بڑھ گئی کہ دونوں ملک ایک دوسرے کو صفحہ مستی سے مٹانے کی باتیں کرنے لگے، حالانکہ دونوں ملک کی سرحدیں بھی ایک دوسرے سے الگ ہے، پھر بھی دشمنی کی ایک لکیر کھینچ دی گئی، جب اسرائیل کے وزیر اعظم نتن یا ہو ۲۰۱۸ میں وزیر اعظم بنے تھے تو کسی میڈیا والے نے ان سے سوال کیا تھا کہ آپ کی دشمنی کس سے ہے تو انہوں نے کہا تھا کہ ایران ایران ایران ، یہی وجہ رہا ہے کہ دونوں ملک ہمیشہ کسی نہ کسی طرح خبر میں ضرور رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف تلخ بیان بازی سے نہیں ڈرتے ہیں، دونوں ملک ٹیکنالوجی کے معاملے میں برابر ہیں یا کچھ معمولی فرق ضرور ہے ،اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے، جبکہ ایران اس ے بڑا ملک ہے، دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت قوت رکھتا ہے، ایران قدم اٹھانے سے پہلے اچھے برے نقصانات پر خوب غور وخوض کرتا ہے پھر اسے عملی جامہ پہنا تا ہے، تاخیر ضرور ہوتا ہے اور جلد بازی کبھی نہیں کرتا ہے۔

اب اگر اسرائیل دوبارہ اسرائیل پر جوابی حملہ کرے گا تو ایران نے واضح طور پر وارننگ دے دیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ خطرناک حملہ برداشت کرنے کو تیار رہیں، ساتھ میں جو بھی اسرائیل کی حمایت کے لئے سامنے آئے گا، اس کو بھی نہیں بخشیں گے، واضح ہو کہ اسرائیل کی مدد امریکہ برطانیہ سمیت یورپ کے متعدد مما لک کررہے ہیں، جو کھلے طور پر اسرائیل کے ساتھ ہیں اور اسرائیل دندناتے پھر رہا ہے، اسرائیل پر چوطرفہ حملہ شروع ہو چکا ہے، جس میں لبنان ،ایران اور یمن شامل ہے، اسرایل کو زیر کر کے ہی دم لے گا، سال بھر سے غزہ پر حملہ کرنے کے بعد بھی غزہ کو ختم نہیں کرسکا، صرف لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور بھبتیاں دیکھانے میں ہی ماہر ہے اور اسرائیل وزیر اعظم نتن یاہو بلی کی طرح کئی ویڈیو میں بھاگتے دیکھے جاسکتے ہیں ،مجرم ومردود شخص کا ہاتھ پاؤں بھی کانپ رہا ہے۔

ایران اپنی جوہری ہتھیاروں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ومعروف ہے اور امریکہ کو بھی خوف ستانے لگا ہے کہ کہیں امریکہ پر حملہ نہ کردے ،اس وقت ایران کے ساتھ روس اور چین کھڑا ہے، لیکن قرین قیاس یہی لگتا ہے کہ جب جنگ کی صورتحال پوری طرح سے پیدا ہوجائے گی تو دونوں مما لک میں سے کوئی بھی ایران کا ساتھ نہیں دے گا، چونکہ ماضی میں بھی روس کے ساتھ ایران کے تعلقات اچھے نہیں تھے، جہاں تک چین کی بات ہے، وہ صرف ہوابازی میں ہی ماہر ہے، ایران کے حمایتی والے مما لک میں لبنان، شام، دمشق، یمن اور عراق شامل ہے، ایران اپنا نیوکلیائی وجوہری ہتھیار اور ساز وسامان ان مما لک کو دیتا رہتا ہے، کل ملا کر ایران اپنے اور جوہری ہتھیاروں کے بل بوتے پر پوری طرح سے مظبوط ہے اور صہیونیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے طاقت قوت رکھتا ہے، اگر کوئی بھول کر بھی جنگ میں کودنے کی کوشش کی تو اپنا انجام بھگتنے کو بھی تیار رہے، ایران کے لئے بہت آزمائش کی گھڑی ہے، عقلمندی اور سوج بوجھ دیکھانے کی ضرورت ہے، مشرق وسطی جنگ کی حالت میں ہے، صہیونیوں کو نیست ونابود کر کے فلسطین کو اسرائیل سے آزاد کرنا ہے، مسجد اقصی کی بازیابی مقصد ہے، مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، انبیاء اللہ کی سرزمین ہے، اسرائیل ناپاک اور گھنونی ارادے سے فلسطین پر قابض ہوا ہے، جب یورپ امریکہ باہر کا راستہ دیکھایا تو فلسطین کے اسلام پسند لوگوں نے ہی پناہ دیا، اور دھیرے دھیرے فلسطین پر قبضہ کرتے چلے گئے اور بالاخر فلسطینی شہری کو بے دخل کرنے کی نت نئے حربے اپنا رہا ہے جو کہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا۔

جنگ وجدال کی صورت میں عالمی معیشت کا بہت نقصان ہوگا، سب سے پہلے خورد ونوش اور پٹرول ڈیزل کی قیمت بڑھنا فطری بات ہے، مہنگائی کا اثر شہر وگاؤں میں دیکھنے کو ملے گا، ہر کسی کے پاس اتنے روپے نہیں کہ کھانے پینے کی اشیاء کو جمع کرسکے، اسرائیل وایران جنگ سے ہندوستان بھی متاثر ہوگا اور ہندوستان کا دونوں مما لک کے ساتھ اچھے خوشگوار رشتے ہیں اور دونوں مما لک کے ساتھ اکسپورٹ اور امپورٹ ہوتا ہے، ایران میدان میں پوری طرح سے کمر کس لی اور اسرائیل کے ساتھ لڑنے کو پرعزم ہے اور اگر کوئی تیسرا جنگ میں چھلانگنے کی کوشش کرے گا بہت بھیانک اور تباہی کا ماحول پوری دنیا میں پھیل جائے گا اور اس کے دورس اثرات دور تک پھیلے گا، روس ویوکرین کے بعد دوسری سب سے بڑی جنگ ہوگی، اسرائیل کو اس جنگ سے سبق تو ملے گا اور نتن یاہو کو اپنے کالے کرتوتوں پر شرمندگی اور ندامت بھی ہوگی۔

استغفار؛ گناہوں کا تریاق

بریداحمد نعمانی

آج ہم گناہوں کے سمندر میں غرق ہیں۔قدم قدم پر رب کریم کی نافرمانیاں کررہے ہیں۔ ہماری صبح، ہماری شام، ہماری رات معصیتوں سے آلودہ ہیں۔نفس وشیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم اپنے رحیم ومہربان پروردگار کی بغاوت کے مرتکب ہورہے ہیں۔دنیا کی محبت نے ہمیں آخرت سے غافل کررکھا ہے۔اس فانی، عارضی اور ختم ہوجانے والی زندگی کو ہم نے اپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا احساس معدوم ہوتا جارہا ہے۔نتیجہ سامنے ہے۔کثرتِ ذنوب نے ہم پر آفات وبلیات اور مصائب وآلام کے وہ پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ!

حالاں کہ کتاب وسنت ہمیں اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ کوئی فردِ بشر معصوم نہیں۔ ہر انسان سے خطا، لغزش اور غلطی کا صدور ہوسکتا ہے، لیکن بہترین خطار کار وہ ہے جو اپنے کیے پر نادم وشرم سار ہو، جسے اس حقیقت کا احساس ہو کہ میرا بدعمل محفوظ کرلیا گیا ہے اور میرا رب مجھ سے اس بارے میں یقیناً پوچھے گا۔یہی وجہ ہے صاحبانِ ایمان کو بار بار گناہوں کے ''تریاق'' کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔قرآن کریم کی دسیوں آیاتِ مبارکہ توبہ واستغفار کی اہمیت بیان کرتی ہیں، سیکڑوں احادیثِ مبارکہ میں انابت اور رجوع الی اللہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ایسا نہ ہو کہ بندہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد مایوس وپریشان ہوجائے ، بلکہ کتابِ مبین میں خطا کاروں کے واسطے صاف صاف اعلان کردیا گیا ہے: ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔'' پھر سچے دل سے استغفار وتوبہ اور باری تعالیٰ کے سامنے اقرارِ معصیت کی خیر وبرکات دونوں جہانوں میں نصیب ہوتی ہیں۔ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی استغفار کو لازم پکڑے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی میں آسانی، ہر غم سے دوری (کا سامان) پیدا فرمائیں گے اور اُسے ایسی جگہ سے رزق نصیب فرمائیں گے، جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا سنن ابوداؤد)، دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا: ''(قیامت کے روز) جو شخص اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے، اس کے لیے خوش خبری ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

استغفار کا عمل اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔ایک حدیث مبارکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ سے رب کریم اس سے زیادہ راضی (اور خوش) ہوتے ہیں، جتنا تم میں سے کوئی (اس وقت ہوتا ہے جب وہ) اپنی سواری پر جنگل وبیاباں میں جارہا ہو، اچانک وہ سواری اس سے گم ہوجائے، اس حال میں کہ اس پر اس کا کھانا پینا (بھی) رکھا ہو، وہ اس (کی واپسی) سے مایوس ہوجائے اور ایک درخت کے سائے میں آکر لیٹ جائے، ابھی وہ اس حال میں ہو کہ دفعتاً دیکھے وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے، بس وہ اس کی لگام تھام لے، پھر مسرت وشادمانی کے عالم میں یہ کہہ بیٹھے: ''اے اللہ! آپ میرے بندے اور میں آپ کا رب۔'' (یعنی خوشی کے باعث غلط جملہ کہہ دے) (صحیح مسلم)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک عمل سے بھی اُمت کو استغفار کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ کرو، بے شک میں بھی دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم)

بعض لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہم توبہ کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آرہے ہیں تو پھر ایسی توبہ اور ایسے استغفار کا کیا فائدہ؟ حالاں کہ حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص استغفار کرتا رہے، اُسے (گناہ پر) اصرار کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا، اگرچہ دن میں ستر مرتبہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرے۔'' (سنن ابوداؤد)، مذکورہ حدیث مبارکہ کی تشریح میں حضرات علماء کرام فرماتے ہیں: ''گناہ پر اصرار کرنے والا وہ ہے جو استغفار نہ کرے اور گناہ پر شرمندہ بھی نہ ہو۔'' ابن الملک فرماتے ہیں: ''جو کوئی معصیت وگناہ کا کام کرے اور اس کے بعد استغفار کرلے اور اظہار ندامت سے کام لے، وہ برائی پر اصرار کرنے سے نکل گیا۔'' (عون المعبود)

گناہوں پر شرم سار ہونا، اپنی لغزش کا اقرار کرنا اور اپنے جرم کا اعتراف کرنا، وہ مبارک وبابرکت عمل ہے جس کا توڑ شیطان کے پاس نہیں۔امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ''ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا: ''تم انسانوں کو کس طرح گمراہ کرتے ہو؟'' وہ کہنے لگے: ''ہم ہر طریقے اور ہر جہت سے انہیں گمراہ کرتے ہیں۔'' ابلیس نے جواب میں کہا: ''کیا استغفار کے بارے میں بھی تم نے انہیں گمراہ کیا ہے؟'' یہ سن کر ابلیسی گماشتوں نے کہا: ''استغفار تو وہ عمل ہے جو توحید باری تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔'' (اس پر ہمارا زور کیسے چل سکتا ہے؟) ابلیس نے کہا: ''میں انسانوں کے درمیان ایسی چیز پھیلاؤں گا جس پر انہیں استغفار کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔'' امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ''شیطان نے انسانوں میں خواہشات وتمناؤں کو پھیلایا (جسے کوئی گناہ نہیں سمجھتا اور اس پر استغفار بھی نہیں کرتا)'' (سنن دارمی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک شیطان نے (حق تعالیٰ سے) کہا تھا: ''اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں موجود رہیں گی۔'' (جواب میں) اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ''میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میرے بلند مرتبے کی قسم! جب تک میرے بندے مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، میں انہیں معاف کرتا رہوں گا۔''

آخر میں سمجھنے کی اہم بات یہ ہے کہ توبہ کی تین شرائط ہیں: آدمی گناہ سے فی الفور باز آجائے، اپنے کیے ہوئے پر نادم ہو اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔اگر مذکورہ باتوں میں سے ایک بھی کم ہو تو توبہ نامکمل رہے گی؛ لیکن یہ شرائط اس وقت ہیں جب معصیت کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہو، اگر وہ گناہ کسی انسان سے بھی متعلق ہے تو اس میں چوتھی شرط یہ ہے کہ صاحبِ حق کو اس کا حق لوٹایا جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں کثرتِ استغفار کی توفیق مرحمت فرمائے۔(آمین)

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

ممکنہ اسرائیلی فوجی کارروائی کا جواب 'فیصلہ کن' ہوگا، ایران

ایران نے اقوام متحدہ کے سربراہ انٹونیو گوٹیرش کو خبردار کیا ہے کہ اگر اسرائیل نے یکم اکتوبر کو کیے گئے ایرانی میزائل حملے کے بعد کوئی جوابی کارروائی کی تو تہران "فیصلہ کن اور قابل افسوس" جواب دینے کے لیے تیار ہے، ایران نے اپنے دو قریبی اتحادیوں، حماس کے رہنما اسماعیل ہنیہ اور حزب اللہ کے رہنما حسن نصر اللہ کے ساتھ ساتھ ایک ایرانی جنرل کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے اسرائیل کے خلاف تقریباً 200 میزائل داغے تھے، اسرائیلی وزیر دفاع یوآو گیلنٹ نے گزشتہ ہفتے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ ان کے ملک کا جوابی اقدام 'مہلک، بے ہدف اور حیران کن'' ہوگا۔ ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی نے گوٹیرش کے ساتھ فون پر بات چیت کے دوران کہا، "ایران خطے میں امن وسلامتی کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوششیں کرتے ہوئے، اسرائیل کی طرف سے کسی بھی مہم جوئی کا فیصلہ کن اور قابل افسوس جواب دینے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔'' (ڈی ڈبلیو)

شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہی اجلاس کا آغاز

شنگھائی تعاون تنظیم (ایس سی او) کے دو روزہ سربراہی اجلاس میں رکن ممالک کے سرکردہ رہنما شریک ہونے کے لیے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد پہنچے ہیں، جس کے لیے سکیورٹی کے سخت حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں، اسلام آباد اور اس کے ہمسایہ شہر راولپنڈی دونوں میں اہم راستے اور کاروبار سیکورٹی خدشات کے باعث بند کر دیے گئے ہیں، شرکت کرنے والے ممالک کے بیشتر مندوبین پہلے ہی وفاقی دارالحکومت اسلام آباد پہنچ چکے ہیں، جسے معززین کے استقبال کے لیے رنگ برنگی روشنیوں، پھولوں کی سجاوٹ، ایس سی او ممالک کے جھنڈوں اور بینرز سے سجایا گیا ہے، پاکستان نے اکتوبر 2023 میں بشکیک میں ہونے والی پچھلی میٹنگ میں اس تنظیم کی گردش کرتی 2023-24 کے اجلاس کی صدارت سنبھالی تھی (ڈی ڈبلیو)

روس کو میزائل دینے پر ایران کے خلاف یورپی یونین کی پابندیاں

ایران کی وزارت خارجہ کے ترجمان اسماعیل بقائی نے منگل کے روز ایکس پر ایک پوسٹ میں کہا کہ تہران روس کو بیلسٹک میزائل فراہم نہیں کرتا ہے، یورپی یونین کے وزرائے خارجہ نے لکسمبرگ میں ہونے والے اجلاس میں یوکرین میں ماسکو کی افواج کو میزائل فراہم کرنے پر تہران کے خلاف پابندیوں کی منظوری دے دی ہے، ان پابندیوں کے تحت ایران کے بیلسٹک میزائل پروگرام میں ملوث کاروباری اداروں اور افراد کے ساتھ ساتھ روس کو فوجی ہارڈ ویئر کی فراہمی میں ملوث افراد کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے، یورپی یونین روس کو بیلسٹک میزائل بھیجنے کے خلاف ایران کو پہلے بھی کئی بار خبردار کر چکا ہے (ڈی ڈبلیو)

سعودائزیشن کے قانون کی خلاف ورزی، انشورنس کمپنی کا لائسنس معطل کرنے کا فیصلہ

سعودی انشورنس کوآپریٹو کونسل نے سعودائزیشن کے قانون کی خلاف ورزی پر الیمامہ انشورنس کمپنی کا لائسنس معطل کرنے کی فیصلہ کیا ہے، اخبار 24 کے مطابق انشورنس کمپنی قانون کی شق نمبر 19 کے مطابق انشورنس پالیسی سیلز کے شعبے میں سعودی شہریوں کو ملازمت دینا ضروری ہے، کمپنی کی جانب سے غیر ملکی کارکنوں کو سعودیوں کی جگہ ملازمت دی گئی تھی جس پر کمپنی کے خلاف کارروائی عمل میں لائی گئی، کونسل کا مزید کہنا ہے 'کمپنی پر عائد کی جانے والی پابندی سے انشورنس پالیسیز متاثر نہیں ہوں گی؛ تاکہ اس سے صارفین کو کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہو' کمپنی کو خلاف ورزی کے حوالے سے باقاعدہ نوٹس جاری کیے جا چکے ہیں، کونسل کا کہنا ہے خلاف ورزی درست کرنے تک کمپنی سیز رہے گی، 'جن لوگوں یا اداروں کے کمپنی کے ذمہ کچھ ہے وہ متعلقہ ادارے سے رابطہ کریں اور تین دن کے اندر وہاں سے جواب نہ آنے کی صورت میں کوآپریٹو انشورنس اتھارٹی کے کسٹمر کیئر سے رجوع کریں'۔ (الجزیرہ)

انڈیا اور کینیڈا کے سفارتی تعلقات میں تلخی

انڈیا اور کینیڈا کے درمیان سفارتی سطح پر تناؤ میں مسلسل اضافہ دیکھا جا رہا ہے، انڈیا نے 'کینیڈا میں موجود منظم جرائم میں ملوث افراد' سے متعلق تحفظات کا اظہار کیا ہے، این ڈی ٹی وی کی ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستانی وزارت خارجہ کے ترجمان رندھیر جیسوال نے جمعرات کو کینیڈا پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ جرائم پیشہ لارنس بشنوئی گینگ کے ارکان کی حوالگی کے معاملے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہا ہے، رندھیر جیسوال نے کہا کہ 'یہ ہمارے لیے حیران کن چیز ہے کہ ہم نے جن افراد کو ڈی پورٹ کرنے کا مطالبہ کیا تھا، اب خود کینیڈا کی پولیس کہہ رہی کہ وہ افراد وہاں ان جرائم میں ملوث ہیں، جن کے لیے انڈیا کو مورد الزام ٹھہرایا گیا، وزارت خارجہ کے ترجمان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ 'ہم نے ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے 26 /افراد کی حوالگی کا مطالبہ کر رکھا ہے اور اسی طرح تحقیقات سے متعلق ہماری کئی درخواستیں التوا کا شکار ہیں، ستمبر 2023 میں کینیڈا میں خالصتان تحریک کے ایک رہنما ہردیپ سنگھ نجار کے قتل کے واقعے کے بعد سے انڈیا اور کینیڈا کے درمیان تعلقات تناؤ کا شکار ہیں (الجزیرہ)

خواتین کے بارے میں پوپ کا تبصرہ تنازعہ کا سبب

بدھ کو شائع ہونے والے ایک کھلے خط میں 524 دستخط کنندگان نے بیلجیم میں خواتین کے معاشرتی کردار اور اسقاط حمل کے قوانین پر پوپ کے تبصروں کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ان سے کہا کہ وہ انہیں 'ڈی بپٹائز' یا بپتسمہ سے خارج کر دیں، خیال رہے کہ 'ڈی بپیٹزم' کا مطلب کسی شخص کی مسیحیت سے عوامی تردید ہے (ڈی ڈبلیو)

تعلیم و روزگار

راجستھان میں بائیوکیمسٹ کی 13 اسامیوں کے لیے آن لائن درخواستیں طلب کی گئی ہیں

راجستھان پبلک سروس کمیشن (RPSC)، اجمیر نے بائیوکیمسٹ کے 13 عہدوں پر بھرتی کے لیے اشتہار جاری کیا ہے، یہ پوسٹ مستقل ہے، تمام قسم کے ریزرویشن کا فائدہ صرف راجستھان ریاست کے محفوظ زمروں کو ہی ملے گا، دوسری ریاستوں کے ریزروزمرہ کے امیدوار بھی عام زمرے میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، دلچسپی رکھنے والے امیدواروں کو RPSC کی ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست کرنی چاہیے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 6/نومبر 2024 ہے۔

امتحان کی شکل: تحریری امتحان (آف لائن/آن لائن) معروضی ہوگا۔ تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا۔

مزید معلومات کے لئے rpsc.rajasthan.gov.in یا ٹیلیفون نمبر 0145-2635212 پر رابطہ کریں۔

اتر پردیش کے ڈسٹرکٹ کورٹ میں گروپ ڈی کے 3306 عہدوں کیلئے فارم 24 اکتوبر تک

اتر پردیش کے ڈسٹرکٹ کورٹ کی جانب سے سٹینوگرافر، جونیئر اسٹنٹ ڈرائیور اور گروپ ڈی کے 3306 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی گئی ہے، تعلیمی لیاقت سٹینوگرافر کے لئے کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی/بورڈ سے گریجویٹ پاس اور ہندی/انگریزی سٹینوگرافر میں ڈپلومہ کیا ہو اور کمپیوٹر میں ہندی ٹائپنگ 25 الفاظ فی منٹ اور انگریزی ٹائپنگ میں 30 الفاظ فی منٹ ہو، جونیئر اسٹنٹ کے لئے کسی تسلیم شدہ بورڈ/انسٹی ٹیوٹ سے بارہویں پاس ہو اور ڈو ایک/این آئی ای ایل آئی ٹی سوسائیٹی سے کمپیوٹر کانسپٹ کا کورس کیا ہو، ساتھ ہی ہندی ٹائپنگ 25 الفاظ فی منٹ اور انگریزی ٹائپنگ میں 30 الفاظ فی منٹ ہو، ڈرائیور کے لئے تسلیم شدہ بورڈ سے میٹرک پاس ہو، ساتھ ہی فور وہیلر چلانے کا درست لائسنس ہو اور گروپ ڈی کیلئے آٹھویں پاس ہو، درخواست فارم بھرنے کے اہل ہیں، درخواست فارم بھرنے کے لئے کورٹ کے ویب سائٹ www.allahabadhighcourt.in سے تفصیلی معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور آن لائن فارم بھر سکتے ہیں، فارم بھرنے کا عمل جاری ہے اور 24 اکتوبر 2024 آخری تاریخ ہوگی، امیدواروں کا انتخاب آن لائن امتحان اور اسکیل نیٹ کی بنیاد پر کیا جائے گا، عمر کی حد مورخہ 01-07-2024 کی بنیاد پر کی جائے گی، ان عہدوں پر بحالی کے لئے جنرل امیدواروں کی عمر کی حد 18 سال سے 40 سال تک مقرر ہے۔ BC / EBC امیدواروں کے لئے 13 سال اور SC / ST امیدواروں کے لئے 5 سال تک کی چھوٹ ہے، امتحان فیس سٹینوگرافر کے لئے جنرل BC / EBC امیدواروں کے لئے 950 روپیہ اور یوپی کے امیدواروں کے لئے 850 روپیہ، جونیئر اسٹنٹ کے لئے 850 روپیہ اور یوپی کے امیدواروں کے لئے 750 روپیہ، گروپ ڈی کے لئے 800 روپے اور یوپی کے امیدواروں کے لئے 700 روپے ہے اور یوپی کے SC / ST امیدواروں کے لئے سٹینوگرافر کے لئے 750 روپیہ، جونیئر اسسٹنٹ کے لئے 650 روپے اور گروپ ڈی کے لئے 600 روپے ہے۔

سائنٹیفک آفیسر سمیت 18 آسامیوں کے مواقع

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامینٹل ریسرچ (TFIR) ممبئی نے سائنٹیفک آفیسر، سپروائزر سمیت 18/اسامیوں پر بحالی کا اعلان کیا ہے، بحالی کے لیے اشتہار جاری کر دیا گیا ہے، اہل امیدوار اس کے ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، مخصوص زمرے کے امیدوار، جنہیں عمر میں چھوٹ دی گئی ہے، وہ درخواست فارم اور منسلک دستاویزات مقررہ پتے پر ڈاک کے ذریعہ بھیج دیں، ڈاک ذریعہ دی گئی درخواست یا آن لائن دی گئی درخواست کے قبولیت کی آخری تاریخ 26/اکتوبر 2024 ہے، کسی بھی زمرے کے لئے درخواست دینے کی کوئی فیس نہیں ہے، اس کے لئے اہلیت کسی بھی مضمون میں گریجویشن کی ڈگری۔ ورڈ پروسیسنگ/ڈیٹا بیس/اکاؤنٹنگ کا علم ہو، متعلقہ شعبے میں کام کا کم از کم پانچ سال کا تجربہ ہونا چاہیے، عمر کی حد زیادہ سے زیادہ 43 سال مقرر کی گئی ہے، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ main.tifr.rse.in پر جائیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

وقف ترمیمی بل 2024 سے وقف کی جائیداد برباد ہو جائے گی: حضرت امیر شریعت

خانقاہ رحمانی میں دو روزہ تحفظ اوقاف ورکشاپ میں پورے بہار سے قضاۃ کی شرکت، حضرت امیر شریعت کا علمی پریزینٹیشن

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے خانقاہ رحمانی میں منعقدہ دورہ روزہ تحفظ اوقاف ورکشاپ میں شرکت کرنے والے قاضی حضرات کے سامنے مجوزہ وقف بل اور موجودہ وقف ایکٹ کا موازنہ کرتے ہوئے وقف ترمیمی بل 2024ء کے مضر اثرات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا نیز مجوزہ ترمیمات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ یہ بل وقف کو کنٹرول، وقف کی صلاحیتوں کو محدود اور وقف سے لوگوں کو محروم کرنے والا اور اسلامی تعریفات کو بدل دینے والا ہے، حضرت امیر شریعت نے قاضیوں کو خصوصی ٹریننگ دی کہ وہ اپنے حلقہ میں جا کر ضلع مجسٹریٹ کو میمورینڈم پیش کریں اور ان سے علمی گفتگو کر سکیں، حضرت نے مثال سے اس ایشو کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اس بل کے مطابق وقف وہ شخص نہیں کر سکتا جو کم از کم پانچ سال کا پریکٹیسینگ مسلمان نہ رہا ہو اور حیرت تو یہ ہے کہ اس ترمیمی بل میں اس کی وضاحت ہی موجود نہیں ہے کہ پریکٹیسنگ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا یہ شق آئین کے خلاف نہیں ہے؟ آرٹیکل 300A کے مطابق ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اپنی جائداد کو جہاں چاہے خرچ کرے۔

حضرت امیر شریعت نے لاء آف لمیٹیشن کے وقف کی زمینوں پر نفاذ کے اثر کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ وقف ایکٹ 1995 میں یہ وضاحت موجود ہے کہ وقف جائداد پر لاء آف لمیٹیشن نافذ نہیں ہوگا، وقف ایکٹ 1995 میں موجود یہ وضاحت اوقاف پر ناجائز قبضے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؛ لیکن اس بل کو ایکٹ بنتے ہی لاء آف لمیٹیشن کا اوقاف کی اراضی پر بھی اطلاق ہونا شروع ہو جائے گا اور ناجائز قبضے کی راہ میں حائل ایک بڑی مضبوط رکاوٹ دور ہو جائے گی۔

آپ نے اپنے محاضرہ میں یہ بھی فرمایا کہ میڈیا وقف ترمیمی بل کا سہارا لے کر وقف کے تعلق سے کچھ ایسا منظر نامہ پیش کرتی ہے جو لوگوں کو حقیقت حال سے دور کرنے اور نفرت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، مثلاً یہ کہنا کہ سروے کمشنر بحال کر کے عام ٹیکس دہندگان کے پیسے سے ایک قوم کے مذہبی کام کو انجام دینا غیر آئینی ہے، یہ حقیقت کے خلاف اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے والا بیانیہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ مختلف صوبوں میں ہندو ٹیمپل انڈومنٹ ایکٹ موجود ہے، ان کے تحفظ اور دیکھ ریکھ کے لئے بھی مختلف سرکاری عہدیداران مقرر کئے جاتے ہیں، مثلاً کمشنر، نائب کمشنر، معاون کمشنر، اور مختلف ذیلی افسران جو انڈومنٹ کے مقاصد واہداف کے لئے کام کرتے ہیں، انہیں بھی سرکاری خزانے سے ہی تنخواہ دی جاتی ہے یا پروپیگنڈہ کرنے والے کے الفاظ میں ٹیکس دہندگان کے پیسے سے ہی پالا جاتا ہے، اگر وقف کے معاملے میں یہ غیر آئینی ہے تو پھر وہ غیر آئینی کیوں نہیں؟ دراصل اس طرح کی باتیں آئین کی روح کے منافی اور خالص مذہبی بنیاد پر تفریق کی کوشش ہیں اور جو آئین کے آرٹیکل 15 اور 14 کے خلاف ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دو الگ الگ مذہبی کمیونٹیز قانون سازوں کی نظر میں برابر نہیں ہیں۔

حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ 1995 کے وقف ایکٹ میں سی ای او کے مسلمان ہونے کی شرط مذکور ہے؛ لیکن اس ترمیم کے بعد یہ شرط حذف ہو جائے گی؛ حالانکہ دوسرے انڈومنٹ ایکٹ میں اس بات کا لحاظ کیا گیا ہے کہ اسی قوم کے آفیسران ان کی دیکھ ریکھ کریں گے، اسی طرح وقف ایکٹ میں بھی کسی حد تک اس کا لحاظ کیا گیا ہے؛ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اب ترمیم کے ذریعے اس شرط ہی کو کالعدم قرار دیا جا رہا ہے؛ جب کہ دوسرے مذہبی اور خیراتی انڈومنٹ میں بدستور یہ شرط برقرار رہے گی، یہ ترمیم دفعہ 26 بی کے خلاف ہے؛ کیونکہ مسلمانوں کے مذہبی معاملہ کے انتظام وانصرام کو غیر مسلموں کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور اس سے یہ تاثر جاتا ہے کہ مسلمان بحیثیت شہری مساوی حقوق سے محروم کئے جا رہے ہیں۔

ہندو انڈومنٹ ایکٹ میں اس حق کا اس قدر لحاظ کیا گیا ہے کہ ایکٹ میں صاف صاف مذکور ہے کہ اگر ممبروں میں سے کوئی شخص اپنا مذہب تبدیل کر لے یعنی سکھ یا بدھسٹ، عیسائی یا مسلمان یعنی غیر ہندو بن جائے تو اس کی ممبر شپ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اخیر میں حضرت امیر شریعت نے ورکشاپ میں تشریف لائے ہوئے قضاۃ حضرات کو وقف کے تحفظ کے لئے گھر گھر تک مختلف علاقوں میں عوامی بیداری مہم کو پہونچانے اور مزید مؤثر و مستحکم بنانے کی قیادت وخدمت کی ذمہ داری دی اور تمام قضاۃ حضرات نے بخوشی اسے قبول کیا اور اس مہم کو گھر گھر پہنچانے کا عزم کیا۔

ورکشاپ کے درمیان گاہے بگاہے چائے وغیرہ کا پورا نظم کیا گیا اور خود کو تیار کرنے اور آپس میں تبادلہ خیال کے لیے وقفہ دیا گیا اور موقعہ بموقعہ سوال وجواب کا خاص اہتمام کیا گیا ساتھ ہی کثرت کے ساتھ آن لائن ملٹیپل چوائس سوالات دئے گئے جس سے شرکاء خوب لطف اندوز ہوتے رہے اور ہر سوال کا پورے اہتمام کے ساتھ جواب دیتے رہے، پھر اس کے بعد حضرت امیر شریعت نے ہر سوال کے جواب کی وضاحت کی۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی طرف سے وقف ترمیمی بل کے خلاف بہار کے مختلف اضلاع کے ڈی ایم کو سونپا گیا میمورنڈم

نیا وقف ترمیمی بل ملک اور مسلمان دونوں کے لیے نہایت ہی خطرناک ہے، اگر وہ خدانخواستہ منظور ہو جاتا ہے تو اوقافی جائیدادیں اپنی نافعیت وافادیت کھو دیں گی؛ جو کہ آئین ودستور کے قطعی خلاف ہے، اس سلسلے میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے دیگر ملی تنظیموں کے مشترکہ تعاون سے اس بل کا منصفانہ ومحققانہ جائزہ لیا اور اس کے نقائض کی نشاندہی کی گئی؛ چنانچہ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ نے قانونی نقطۂ نظر سے اس کے نقصان دہ پہلوؤں کا ایک ڈاکیومنٹری و دستاویزی مسودہ تیار کیا اور اس کے مضر اثرات سے عوام وخواص سے لے کر اپوزیشن پارٹیوں تک کو واقف کرایا ساتھ ہی حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے قضاۃ اور مقامی سرکردہ شخصیات کے ذریعہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ ومغربی بنگال میں مختلف اضلاع کے ڈی ایم کو میمورنڈم سونپا جا رہا ہے، جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، اب تک مدھوبنی، دربھنگہ، سمستی پور، ارول، شیوہر، ارریہ، پورنیہ اور دیوگھر وغیرہ کے کلکٹر کو میمورنڈم سونپا گیا ہے؛ جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ بل دستور کے بنیادی دفعات اور مذہبی حقوق سے متصادم ہیں؛ بلکہ وقف ترمیمی بل 1995ء میں دئے گئے مراعات وتحفظات کے بھی خلاف ہے، اس لیے جے پی سی کو کسی بھی حال میں اس بل کو منظور نہیں کرنا چاہیے، ڈی ایم نے وفد کے ارکان کو اطمینان دلایا کہ وہ اس میمورنڈم کو وزیر اعلیٰ اور ملک کے اعلی عہدے داران تک پہنچائیں گے۔

وقف ترمیمی بل سے ملک میں انارکی پھیلے گی: مولانا محمد قمر الزماں رحمانی

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی ہدایت پر امارتِ شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے بینر تلے فاربس گنج بلاک میں واقع رواہی کی نوری مسجد میں 14 / اکتوبر 2024 کو تحفظِ اوقاف بیداری مہم کا ایک اہم پروگرام منعقد ہوا، جس میں جناب مولانا محمد قمر الزماں رحمانی صاحب نے لوگوں کو وقف ترمیمی بل 2024 کے نقصانات تفصیل سے بتائے اور اسلامی احکام کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا، پروگرام میں موجود تمام حضرات نے فکر لی اور کہا کہ ہر حال میں وقف ترمیمی بل 2024 کوئی بھی مسلمان کبھی بھی قبول کر ہی نہیں سکتا، اسے مسترد کیا جانا چاہیے، مولانا نے اپنے بیان میں بہار کے وزیر اعلی کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ میں بہار کے وزیر اعلی کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بل ظلم ولالچ پر مبنی ہے اور بھارت کے آئین کے بنیادی حقوق کے خلاف ہے، لہذا آپ کو ملکی مفاد میں اس بل کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے تاکہ ملک میں امن وامان برقرار رہے اور لوگ سکون واطمینان کے ساتھ رہ سکیں، اگر یہ وقف ترمیمی بل 2024 پارلیمنٹ میں پاس ہوتا ہے تو اس کے خلاف تمام مسلمان اور ملک کے ہر امن پسند شہری ایک بڑی مہم چلانے کے لیے تیار ہیں، اس وقف ترمیمی بل کو منسوخ کرانے کے لیے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے جو بھی قدم اٹھانا پڑیگا اسے اٹھانے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کی جائیگی، ملک کے ہر امن پسند شہری اور تمام مسلمان ہر سطح پر اس کی مخالفت کریں گے۔

معروف عالم دین مولانا ندیم الواجدی کا انتقال

ممتاز عالمِ دین اور معروف علمی شخصیت حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب کا طویل علالت کے بعد امریکہ میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا ندیم الواجدی 23 / جولائی 1954ء کو قصبہ دیوبند، ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، ان کا اصل نام واصف حسین تھا، جو مشہور عالم دین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز کیا تھا، آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا، ان کے والد واجد حسین دیوبندی اور دادا احمد حسن دیوبندی بھی بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، مولانا ندیم الواجدی نے ابتدائی تعلیم دیوبند میں حاصل کی اور قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، جہاں سے 1974ء میں فراغت حاصل کی، مولانا ندیم الواجدی نے علمی میدان میں بہت سی خدمات انجام دیں، وہ ایک محقق، مصنف اور مدرس تھے اور دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تصنیف وتالیف کے نگراں بھی رہے، انہوں نے عربی اور اردو کی متعدد کتب تحریر کیں، جن میں امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، 1980 میں انہوں نے دیوبند میں ''دار الکتاب'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا، جس کے تحت بہت سی کتابیں شائع ہوئیں اور علمی دنیا میں مقبولیت حاصل کی، 2001ء میں مولانا ندیم الواجدی نے دیوبند میں معہد عائشۃ الصدیقہ للبنات کے نام سے پہلا رہائشی مدرسہ برائے خواتین قائم کیا، جو آج بھی کامیابی سے کام کر رہا ہے، مولانا ندیم الواجدی صاحب ماہنامہ ''ترجمان دیوبند'' کے مدیر تھے اور ان کے علمی ودینی موضوعات پر مضامین مختلف اخبارات ورسائل، خصوصاً روزنامہ انقلاب اور ممبئی اردو نیوز میں تواتر سے شائع ہوتے رہے، جس سے اردو قارئین کے دلوں میں ان کی علمی بصیرت گہری ہوئی، دعا ہے کہ اللہ تعالی مولانا ندیم الواجدیؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے (آمین) قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

Scanned with CamScanner

امیر شریعت سادس اور فسادات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی، اپنا بڑھاپا، اپنا چین و سکون سب کچھ امارت شرعیہ پر نچھاور کردیا، انہوں نے امارت شرعیہ کو ہی اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، وہ سوتے، اٹھتے، جاگتے؛ بلکہ خواب میں بھی امارت شرعیہ کی ترقی کے منصوبے بناتے رہتے اور جب تک ہوش وحواس میں رہے، اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آنے دی، رانچی میں جب وہ ڈاکٹر مجید عالم کے ہسپتال میں زیر علاج تھے، دفتر سے کئی لوگ ایک ساتھ عیادت کے لیے پہنچ جاتے تو وہ پوچھتے کہ دفتر بند ہے کیا؟ بتایا جاتا آپ کی عیادت کے لیے آئے تو فرماتے کہ اتنے لوگوں کے آنے کیا ضرورت تھی، دفتر کے کاموں کا نقصان ہوتا ہے، ان کے نزدیک دفتری مصروفیات زیادہ اہم تھیں کسی بھی دوسرے کام کی بہ نسبت۔

ان کا خیال تھا کہ امارت شرعیہ کی ملازمت کل وقتی ملازمت ہے، یہاں ڈیوٹی کے اوقات علامتی طور پر مقرر ہیں، رات اور دن کے کسی حصے میں بھی ملت پر وقت آئے، کہیں جانا پڑے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا، اس کے لیے الگ سے اجرت زائدہ کا تصوران کے یہاں نہیں تھا کبھی ناظم صاحب وغیرہ کے کہنے سے کچھ دینا ہوتا تو ان پر یہ بات شاق گزرتی اور اسے بھی ضابطہ کے اعتبار سے برتنے کی کوشش کرتے، اسی وجہ سے ان کے زمانہ میں جز وقتی ملازمت بھی ممنوع تھی، ان کے دور میں کئی کارکنوں کو امامت اور دوسرے کاموں سے اسی بنیاد پر روک دیا گیا تھا کہ یہاں کی ملازمت کل وقتی ہے۔

کل وقتی خدمات کا نفاذ وہ صرف کارکنوں پر ہی نہیں کرتے تھے، اپنی ذات کو اس کا پہلا محمل سمجھتے تھے، جب تک ناظم رہے، دفتر میں وقت پر ان کی حاضری ہوتی، انہوں نے کبھی یہ بات نہیں سوچی کہ میں ناظم ہوں، وقت پر میرا آنا ضروری نہیں؛ بلکہ وہ وقت کی پابندی سے دفتر آتے، وقت کے بعد تک کام کرتے؛ اس لئے کہ انہوں نے امارت شرعیہ میں رہتے ہوئے اپنا کوئی کام کھڑا نہیں کیا تھا، اس لیے جو کچھ توانائی تھی، وہ صرف اور صرف امارت شرعیہ کے کاموں میں خرچ ہوتی۔

امارت شرعیہ کا ایک بڑا کام تحفظ مسلمین کا ہے، کہیں فساد ہو جائے، آگ لگ جائے، سیلاب کی تباہ کاری سامنے آئے یا زلزلوں کے نقصانات، امارت شرعیہ نے ریلیف کے کام پر ہر دور میں توجہ دی ہے، حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کا دور نظامت ہو یا دور امارت، اس کا ایک طریقہ کار انہوں نے بنا رکھا تھا، اس کے مطابق ہی کام کرتے، طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے متاثرہ علاقہ میں جا کر سروے کا کام کیا جائے، نقصانات کی فہرست سازی اور متاثرین کی شناخت کی جائے، ہر ایک کے نقصانات کا الگ الگ تخمینہ لگایا جائے، اس مرحلے میں بار بار حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ وہ مظلومین اور متاثرین کو سرکاری امداد پہنچائے، وقتی ضروریات کی تکمیل کے لئے وقتی امداد کی جائے اور پھر ممکن ہو تو باز آباد کاری کے کام کو آگے بڑھایا جائے، ان تمام مراحل کو حضرت اپنے ماتحتوں سے مبلغین اور کارکنان سے پوری تن دہی اور مستعدی کے ساتھ انجام دلواتے تھے۔

معاملہ بڑا ہوتا اور وہ ضرورت سمجھتے تو اپنے دور نظامت میں عموماً جائزہ اور وقتی امداد کے لیے خود روانہ ہو جاتے، ہر طرف آگ اور خون کی ہولی ہوتی؛ لیکن حضرت کو اپنی جان کی پرواہ نہیں ہوتی، وہ ملت کے لیے خطرات سے کھیلنا اور اپنی جان کو جوکھم میں ڈالنا خوب جانتے تھے، خصوصاً فسادات کے موقع سے اس کا امکان زیادہ ہوتا تھا کہ پتہ نہیں کس کی گولی اور کس کی تلوار جسم و جان سے ٹکرا جائے؛ لیکن ان کے نزدیک خوف اور بزدلی کا کہیں گزر نہیں تھا، رانچی فساد کے دوسرے دن وہ وہاں موجود تھے اور مولانا جمیل احمد ویشالوی ثم رانچوی کے تعاون سے حالات کا جائزہ لینے اور حوصلہ دینے میں سرگرم عمل ہو گئے تھے، یہی حال دوسرے فسادات کے موقعہ سے رہا، سیلاب اور دوسری آسمانی اور زمینی مصیبتوں کے وقت عموماً کارکنان جایا کرتے تھے اور جائزے کا کام مبلغین کے ذریعے ہوتا تھا؛ لیکن فسادات کے جائزے کے لئے گاؤں اور شہروں کا دورہ آپ خود ہی کیا کرتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تھے تو تحریری، تفصیلی، تجزیاتی احوال و واقعات و حادثات پر مشتمل رپورٹ لکھتے؛ تاکہ ان امور کو سامنے رکھ کر وقتی امداد، باز آباد کاری اور حکمراں طبقات تک اپنی آواز ان حقائق کی بنیاد پر پہنچائی جاسکے اور ذمہ داروں کو سزا دلائی جاسکے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رپورٹ نقیب میں بھی شائع ہوا کرتی تھی، رپورٹ کوئی ادبی چیز تو نہیں ہوتی کہ اس میں صنائع و بدائع کی تلاش کی جائے؛ لیکن حضرت کی تحریر کردہ یہ رپورٹ فسادات کی منظر کشی، مسلمانوں کی بے بسی کی بہتر تصویر ہے، یہ تاریخ بھی ہے اور تجزیہ بھی، حکمراں طبقے کی کارکردگی پر سوالیہ نشان بھی اور پولیس کی بہیمیت اور ظالمانہ رویے کا تذکرہ بھی، یہ رپورٹیں ادب کی ایک صنف **''رپوتاژ سے قریب تر ہیں''** ان میں ایک دردمند دل کی کسک اور بربادی پر چبھن کو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے، رپورٹ کی زبان انتہائی سادہ ہے، ادق اور مشکل الفاظ سے بہر طور گریز کیا گیا ہے، یہ رپورٹیں آسان نگاری کی بہترین مثالیں ہیں، ان رپورٹوں کے سطور اور بین السطور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانی جرأت وعزیمت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

فسادات سے متعلق مولانا ظہور صاحب مانڈر رگھگویاوی نے (جو جمعیت علماء کے ضلعی ذمہ دار تھے) ایک کتاب **''لہو پکارے گا آستیں کا''** مرتب کی تھی اور امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کا یہ قول نقل کیا تھا کہ فسادات اسی وقت رک سکتے ہیں جب مارنے والے کو یقین ہو کہ میں بھی مارا جاسکتا ہوں۔

ہندوستان میں قتل عام اور فسادات کی تاریخ قدیم ہے، صرف آزادی کے بعد ہونے والے بڑے فسادات کا تذکرہ کریں، جس میں مسلمانوں کو قتل کیا گیا تو بھی کئی سو صفحات سیاہ کرنے پڑیں گے، 1947ء میں آزادی کے بعد نقل مکانی کرتے ہوئے مشرقی پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا گیا، اس موقع سے مغربی پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں پر بھی زیادتیاں ہوئیں، اجتماعی قتل عام کا اندازہ ایک ملین لوگوں کا ہے، سقوط حیدرآباد کے موقع سے 1948 میں چالیس ہزار مسلمانوں کا قتل عام ہوا، 1969ء کے ہندو مسلم گجرات فساد میں 430، 1976ء کے دہلی فساد میں 150، 31 جنوری 1979ء کے مغربی بنگال فساد میں مشرقی پاکستان سے آنے والے مہاجرین 1000، 1980ء میں مراد آباد فساد میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 400 اور غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 2500، آسام کے نیلی قتل عام میں 18/فروری 1983ء کو 2,191، ہاشم پورہ میرٹھ مقتل عام 22/مئی 1987ء کو 42، اکتوبر 1989ء میں بھاگلپور فساد میں 900، 20/جنوری 1990ء جموں وکشمیر میں 50، 30/اکتوبر راجو دھیا اتر پردیش فساد 200، دسمبر 1992ء اور جنوری 1993ء ممبئی فساد میں 575 مسلمان، سوپور کشمیر میں 55 مسلمان، بیج بیدہ کشمیر 22/اکتوبر 1993ء 55 مسلمان، 28/فروری 2002ء احمد آباد فساد میں 2,044 مسلمان، 25/اگست، ستمبر 2013ء ضلع مظفر نگر اتر پردیش میں، 42 مسلمان، فساد کی زد میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، یہ اعداد وشمار وہ ہیں جو سرکاری ایجنسیوں کے فراہم کردہ ہیں، یہ تو بڑے بڑے فسادات کی بات ہے، چھوٹے موٹے اور ماب لنچنگ میں مسلمانوں کا جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے، اس کی ایک اور طویل فہرست ہے۔

بہار میں جو فسادات ہوئے اس کے اعداد وشمار وکیپیڈیا اور دیگر ذرائع پر جمع نہیں ہیں؛ البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ 2017ء میں ملک میں فسادات کے کل 58,729 معاملات درج ہوئے، ان میں سے 11,698 فسادات بہار میں ہوئے، جہاں تک مذہبی بنیادوں پر فسادات کی بات ہے تو 2017ء میں پورے ملک میں 723 فرقہ وارانہ مذہبی فسادات ہوئے، جن میں اکیلے بہار میں 163 واقعات رونما ہوئے، جو ملک کے کسی بھی صوبے سے زیادہ ہے، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق 2016 میں بہار میں فرقہ وارانہ تشدد کے 139 واقعات ہوئے جو 2017ء کے مقابلہ میں 24 کم تھے، یہ تمام اعداد وشمار نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (N.C.R.B) کی رپورٹ سے ماخوذ ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کو جوش کے بجائے ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے، اپنی جان و مال کی حفاظت ہماری ایمانی، دینی، اخلاقی اور دستوری ذمہ داری ہے، اپنے دفاع کا حق پوری دنیا میں دیا گیا ہے، آپ کو اس دفاع کی تیاری رکھنی چاہیے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریری رپورٹ آپ کو یہی پیغام دیتی ہے۔

ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس پیدا کیجئے

سراج الدین ندویؔ

آج ملک کے حالات بد سے بدتر ہیں۔ ہر طرف افراتفری ہے۔ کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ پورا ملک مالی بحران کا شکار ہے۔ بے روزگاری اور مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ دوسری طرف معاشی استحصال اور سیاسی عدم استحکام اپنے عروج پر ہے۔ پورا ملک اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اخلاقیات کا ہر پہلو نہایت افسوسناک ہے۔ فحاشی اور عریانیت کے دیو ننگا ناچ رہے ہیں۔ ظھر الفساد فی البر و البحر کے منظر نے ہر انسان کو بے چین کر رکھا ہے۔ جب ہم انگریزوں کے غلام تھے تو یہ کہا جاتا تھا کہ کرپشن اور بگاڑ کی اصل وجہ غلامی ہے۔ جب ہم آزاد ہو جائیں گے اور ہم اپنی پسند کا قانون بنائیں گے، اپنی مرضی سے ملک کا نظام چلائیں گے تو کرپشن اپنی موت آپ مر جائے گا۔ لیکن جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو ہم نے دیکھا کہ پنجاب سے لے کر کلکتہ تک خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ لاکھوں انسانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ کتنے بچے یتیم ہو کر رہ گئے۔ لوگ غلامی کے دور کو یاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اس آزادی سے تو غلامی کا دور بہتر تھا۔

بعض دانشوروں نے کہا کہ ہم اس لیے بگاڑ کا شکار ہیں کہ ہماری قوم جاہل ہے۔ لوگ ان پڑھ ہیں، جب تعلیم عام ہو جائے گی لوگوں کو شعور و آگہی حاصل ہوگی تو کرپشن دور ہو جائے گا۔ ملک بھی ترقی کرے گا اور فرد کی بھی ترقی ہوگی۔ چنانچہ ہر جگہ اسکول کھولے گئے۔ کالجیز کی بنیاد ڈالی گئی، یونیورسٹیاں بنائی گئیں، بہتر سے بہتر نصاب تعلیم تیار کرنے کی کوشش کی گئی۔ کمیشن پر کمیشن بٹھائے گئے۔ ماہرین تعلیم تیار کیے گئے۔ اساتذہ کی تربیت کی گئی؛ لیکن اس سے بھی بگاڑ دور نہیں ہوا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ ہمارے لوگ اس لیے کرپٹ ہیں کہ یہاں غربت ہے۔ غربت کی وجہ سے بگاڑ اور فساد پایا جاتا ہے۔ اگر غربت دور ہوگی، خوش حالی آئے گی، لوگ آسودہ حال ہوں گے، ملک خود کفیل ہو جائے گا، تو لوگ کرپشن کرنا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ اس کے لیے بڑے بڑے کارخانے لگائے گئے۔ ملیں اور فیکٹریاں کھلیں، بیرونی کمپنیوں کے لیے ملک کے دروازے کھولے گئے، بینکنگ کا جال بچھا دیا گیا، کاروبار کے لیے بڑے بڑے قرضے دیے گئے۔ بہت سی سرکاری اور نیم سرکاری معاشی اسکیمیں نافذ کی گئیں لیکن ہم نے دیکھا کہ جیسے جیسے ملک میں پیسہ آیا اور لوگوں میں تھوڑی سی خوش حالی آئی تو کرپشن مزید بڑھ گیا۔ مجھے اہل ثروت معاف کریں اور یہ کہنے کی اجازت دیں کہ کرپشن اور بگاڑ غریبوں کے مقابلے میں اہل ثروت کے یہاں زیادہ پایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ کثرت مال اور دولت سے بھی کرپشن دور نہیں ہو سکتا بلکہ مال کی کثرت بگاڑ میں اضافہ کرتی ہے۔ (باقی ص آئندہ)

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کی وراثت کا تحفظ بھی ایک قومی ذمہ داری

مولانا قاری اسحاق گورا

ہندوستان کی تاریخ مسلمانوں کی عظیم وراثت سے پر ہے، ساتویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم کی سندھ آمد کے بعد، مسلمانوں کا اس خطے میں اثر ورسوخ بڑھتا گیا۔ ان کی آمد سے نہ صرف سیاسی تبدیلیاں آئیں بلکہ تہذیب وتمدن زبان، علم وادب اور فنون لطیفہ کے میدان میں بھی انمٹ نقوش چھوڑے گئے۔ دہلی سلطنت اور مغلیہ سلطنت کے ادوار کو اسلامی تاریخ کے اہم ترین ادوار میں شمار کیا جاتا ہے، جہاں اسلامی طرز حکمرانی اور تہذیب کا عظیم اثر ہندوستان کے مختلف علاقوں پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان میں تعمیراتی، ثقافتی اور معاشرتی تبدیلیاں متعارف کروائیں۔ ان کے دور میں فن تعمیر میں نئی جدتیں آئیں، علوم کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے، اور زبان وادب کے میدان میں نئی راہیں ہموار کی گئیں۔ ان کا یہ ورثہ آج بھی ہندوستانی ثقافت اور تہذیب کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے اہم اور نمایاں خدمات میں اسلامی فن تعمیر کا ایک خاص مقام ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی تعمیراتی روایت میں انقلاب برپا کیا اور بے مثال عمارات تعمیر کیں، جن میں تاج محل، قطب مینار، لال قلعہ، ہمایوں کا مقبرہ، اور گول گنبد جیسے آثار شامل ہیں۔ یہ عمارات اسلامی فن تعمیر کی شاندار مثالیں ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کی مہارت کا ثبوت ہیں بلکہ آج بھی دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے توجہ کا مرکز ہیں۔

تاج محل: آگرہ میں واقع تاج محل مغل شہنشاہ شاہجہاں نے اپنی بیوی ممتاز محل کی یاد میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ عمارت اسلامی اور ہندوستانی فنون کا حسین امتزاج ہے اور اسے دنیا کے سات عجائبات میں شامل کیا گیا ہے۔ تاج محل کی تعمیر میں سفید سنگ مرمر، قیمتی جواہرات، اور اسلامی آرٹ کے حسین نقوش کا استعمال کیا گیا ہے۔ قطب مینار: دہلی میں واقع قطب مینار مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کی نشانی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے اونچی اینٹوں کی مینار ہے اور دہلی سلطنت کے حکمران قطب الدین ایبک کے دور میں تعمیر کی گئی تھی۔ یہ مینار اسلامی فن تعمیر کی عکاسی کرتی ہے اور آج بھی ہندوستان کے نمایاں تاریخی مقامات میں شامل ہے۔

لال قلعہ: دہلی میں واقع لال قلعہ مغل دور کی عظیم طاقت اور شان وشوکت کی علامت ہے۔ یہ قلعہ مغل شہنشاہ شاہجہاں کے دور میں تعمیر کیا گیا تھا اور آج بھی ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ عمارات اسلامی طرز تعمیر کے بہترین نمونے ہیں جنہوں نے ہندوستانی ثقافت کو ایک نیا رخ دیا اور مقامی فن تعمیر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان عمارات کے ذریعے مسلمانوں نے نہ صرف اپنی تہذیب کا اظہار کیا بلکہ ہندوستان کی تعمیراتی وراثت کو بھی مالا مال کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے تعلیم کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مسلمانوں نے مختلف تعلیمی ادارے قائم کیے جو اسلامی اور جدید تعلیم کا امتزاج پیش کرتے تھے۔ ان اداروں میں علم کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ ہندوستان میں اسلامی علوم کے فروغ کے لیے دیو بند میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ ادارہ آج بھی اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور دنیا بھر سے طلبہ یہاں آکر اسلامی علوم حاصل کرتے ہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانوں کے تعلیمی ورثے کی ایک اور عظیم مثال ہے۔ یہ ادارہ جدید اور اسلامی علوم کے امتزاج کی ایک بہترین مثال ہے اور آج بھی ہندوستان کے بہترین تعلیمی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان تعلیمی اداروں کے ذریعے مسلمانوں نے ہندوستان میں علم ودانش کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور آج بھی یہ ادارے طلبہ کو اسلامی اور جدید علوم میں مہارت فراہم کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے زبان وادب کے میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اردو زبان کا فروغ مسلمانوں کی ہندوستانی ثقافت پر ایک اور اہم ورثہ ہے۔ یہ زبان فارسی، عربی اور ہندوستانی زبانوں کے ملاپ سے وجود میں آئی اور جلد ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول ہوگئی۔ اردو زبان نے ہندوستانی ادب کو مالا مال کیا۔ غالب، میر تقی میر، اور علامہ اقبال جیسے عظیم شعراء نے اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس زبان کو ایک نئی پہچان دی۔ اردو شاعری اور نثر نے ہندوستان کے ادب کو ایک نیا رنگ دیا اور یہ زبان آج بھی ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی ایک اہم زبان ہے۔ اردو زبان نے ہندوستانی ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں اور یہ زبان آج بھی مقبولیت کی حامل ہے۔ مسلمانوں کا یہ ورثہ ہندوستان کی تہذیب وثقافت کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کے زیر اثر تعمیر شدہ بے شمار عمارات اور آثار قدیمہ آج زوال کا شکار ہیں اور انہیں تحفظ کی اشد ضرورت ہے۔ اگر چہ کچھ آثار کو حکومتی اور بین الاقوامی تنظیموں جیسے یونیسکو کی طرف سے عالمی ورثے کا درجہ حاصل ہوا ہے، تاہم بہت سے تاریخی مقامات مناسب دیکھ بھال سے محروم ہیں۔

مساجد اور مقابر: ہندوستان میں کئی مساجد اور مقابر مسلمانوں کے تاریخی ورثے کا حصہ ہیں، جن میں جامع مسجد دہلی، فتح پور سیکری، اور بیجاپور کی گول گنبد شامل ہیں۔ یہ مساجد اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہیں، لیکن آج ان میں سے بہت سی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور ان کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے مناسب وسائل دستیاب نہیں ہیں۔

حفاظتی چیلنجز: تاریخی مقامات کی حفاظت میں کئی مسائل درپیش ہیں۔ قدرتی عوامل جیسے بارش، آلودگی اور زلزلے ان عمارات کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ، تاریخی مقامات پر غیر قانونی تجاوزات اور قبضے کی وجہ سے بھی ان کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ حکومتی وسائل کی کمی اور عوامی آگاہی کی کمی کے باعث بہت سے تاریخی مقامات بربادی کے دہانے پر ہیں، ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی مقامات کی حفاظت ایک اہم مسئلہ بن چکی ہے۔ بابری مسجد کا معاملہ اس بات کی واضح مثال ہے کہ کیسے مذہبی تنازعات کی وجہ سے ایک تاریخی مسجد کو منہدم کیا گیا۔ بابری مسجد کے بعد دیگر مساجد اور درگاہوں پر بھی حملے ہوئے ہیں، اور مسلمان اپنے تاریخی مقامات کی حفاظت کے حوالے سے مسائل کا شکار ہیں۔ مسلمانوں کے تاریخی مقامات پر بڑھتے ہوئے مذہبی تنازعات نے ان کے تحفظ کو مشکل بنا دیا ہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد سے کئی مساجد پر دعوے کیے گئے ہیں اور ان کے قانونی اور مذہبی حیثیت پر سوالات اٹھائے جارہے ہیں۔ مسلمانوں کے تاریخی مقامات کو محفوظ کرنے کے لیے حکومتی اقدامات ناکافی ہیں۔ بعض مقامات پر غیر قانونی تعمیرات کی اجازت دی جاتی ہے، جو ان عمارات کو مزید نقصان پہنچا رہی ہیں۔ مسلمانوں کے تاریخی ورثے کی حفاظت کے لیے حکومتی سطح پر بہتر پالیسیوں اور وسائل کی ضرورت ہے، مسلمانوں کے تاریخی ورثے کی بحالی ایک اہم ضرورت بن چکی ہے۔ یہ عمارات اور آثار قدیمہ صرف مسلمانوں کا ورثہ نہیں بلکہ ہندوستانی تاریخ اور ثقافت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور بحالی کے لیے حکومت، غیر سرکاری تنظیمیں، اور عوامی تعاون ضروری ہے۔

مسلمانوں کے تاریخی مقامات کی حفاظت کے لیے عوامی آگاہی مہمات کا انعقاد ضروری ہے تاکہ لوگ ان آثار کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور ان کی حفاظت کے لیے اقدامات کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی ان تاریخی مقامات کی مرمت اور بحالی کے لیے مزید وسائل مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخی وراثت اور آثار قدیمہ ہندوستانی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور بحالی نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری ہندوستانی قوم کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اپنے ماضی کو محفوظ نہ رکھ سکے تو ہم اپنی شناخت کھودیں گے۔ یہ ورثہ ہماری مشترکہ تاریخ اور ثقافت کی نمائندگی کرتا ہے، اور اس کی حفاظت ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرے گی۔

بقیہ صفحہ گزشتہ .... بعض لوگوں نے کہا کہ بگاڑ کی وجہ یہ ہے کہ ایک پارٹی بہت دنوں سے اقتدار میں ہے۔ اس کے فیصلے ملک کو ترقی نہیں کرنے دے رہے ہیں۔ ایک خاندان کی حکومت پورے ملک میں نافذ ہے۔ چنانچہ دوسری پارٹیوں کو اقتدار دیا گیا۔ جنتا پارٹی حکومت میں آئی، لیکن جلد ہی کانگریس دوبارہ آگئی۔ پھر بی جے پی اور جنتا دل کا تجربہ کیا گیا۔ لیکن ملک میں کرپشن بڑھتا ہی گیا۔ بڑے بڑے اسکینڈل سامنے آئے، بوفورس، رافیل، تابوت، چارہ گھوٹالوں سے لے کر نوے ہزار کروڑ سے زیادہ کے بینک گھوٹالے ہوئے، کتنے ہی سرمایہ دار لاکھوں کروڑ روپے لے کر ملک سے فرار ہوگئے۔ بجائے اس کے کہ ملک میں شانتی، سکون، اطمینان کی فضا ہوتی خوف، دہشت، انتشار، افتراق، نفرت اور عصبیت بڑھ گئی، لوگ تنہا سفر کرنے میں ڈرنے لگے۔ لوگوں کے کھانے پینے پر پابندیاں لگائی گئیں، لوگوں کو کپڑوں سے پہچاننے کی بات کہی گئی، ایک فرقے کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پورے ملک میں پیار محبت کی بجائے نفرت کی آگ بھڑکنے لگی اور ہمارا ملک جو امن وشانتی کے لیے پوری دنیا میں پہچانا جاتا تھا وہ ظلم اور عصبیت کے لیے پہچانا جانے لگا۔ یہاں تک کہ حقوق انسانی کی بین الاقوامی تنظیموں نے ملک کے بارے میں شرمناک اور افسوس ناک رپورٹیں شائع کیں۔ ان کی رائے ہے کہ بھارت میں حقوق انسانی کو پامال کیا جارہا ہے اور ایک فرقے کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔

کبھی کبھی یہ بات بھی کہی گئی کہ اگر انفرادی ملکیت کے بجائے قومی ملکیت کا نظام ملک میں نافذ ہوجائے تو کرپشن دور کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ کمپنیاں اور تجارتی اداروں کا نیشنلائزیشن کیا گیا۔ بہت سے بینکوں کو قومیایا گیا ایک طرح سے نصف اشتراکی نظام ملک میں نافذ کیا گیا لیکن ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے نتائج مزید بگاڑ کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اس کے بعد یہ آواز اٹھی کہ پرائیوٹائزیشن ملک کے لئے سودمند ہے، بجائے اس کے کہ قومی ادارے ہوں ان اداروں کو انفرادی ہاتھوں میں دے دیں تو خوش حالی آجائے گی۔ چنانچہ کمپنیاں اور تجارتی ادارے بیچے جانے لگے۔ حکومت نے سرکاری املاک کو پرائیوٹ ہاتھوں میں دے دیا۔ لیکن اس کا انجام اور زیادہ خطرناک شکل میں نظر آرہا ہے۔ ملک دیوالیہ ہوتا جارہا ہے۔ ملازمین کی تعداد کم کی جارہی ہے۔ تنخواہیں نہیں مل رہی ہیں، نئی بھرتیوں پر روک لگی ہوئی ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جو بہت دھماکہ خیز ہے۔ اب بہت سے تجربات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ محض نظام چلانے والے ہاتھوں کے بدلنے سے کوئی تبدیلی متوقع نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں اور میرا اس پر یقین ہے کہ معاشرے میں اگر انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر احساس ذمہ داری پیدا ہوجائے۔ اور لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ ہمیں اپنے سے بالاتر ہستی کو جواب دینا ہے۔ وہ یہ یقین کرنے لگیں کہ ہم میں سے ہر فرد کو اپنے ایشور اور خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے کرموں کا حساب دینا ہے۔ جب ہر بھارت کے باشندے کے اندر اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کا احساس پیدا ہوجائے گا اور ہر فرد کی اصلاح ہوجائے گی تو اجتماعی ادارے اور ریاست بھی صحیح کام انجام دینے لگیں گے۔

اصل بگاڑ یہ ہے کہ انسان کے اندر سے ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ختم ہوگیا ہے۔ وہ خدا کے سامنے جواب دینے کے بارے میں نہیں سوچتا بلکہ ہر انسان کے سامنے اس کی دنیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانا چاہتا ہے۔ دولت کی اس ہوس نے اسے خودغرض، لالچی اور حرص کا بندہ بنا دیا ہے۔ دولت کی چکا چوندھ نے انسان کو جانور سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔ اگر ہر انسان دوسروں کے حقوق ادا کرے خواہ اس کو اپنا حق ملے یا نہ ملے، کیوں کہ اسے اپنے خالق کو دوسروں کے حقوق کے بارے میں جواب دینا ہے۔ اگر ہر انسان میں جواب دہی کا یہ تصور جاگزیں ہوجائے تو کرپشن اور بگاڑ دور ہوسکتا ہے۔

جو لوگ جرم کرتے ہیں، جو قانون شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں ان پر قانون کا شکنجہ جرم کرنے کے بعد کسا جاتا ہے، قانون جرم ہوجانے کے بعد حرکت میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر جب چوری ہوجائے اور پولس کو اطلاع دی جائے تب قانون اپنا کام کرنے کے لیے بڑھتا ہے جب کسی کی آبرو لٹ جائے تب قانون مجرم کو تلاش کرتا ہے۔ لیکن مذہب انسان کو جرم کرنے سے پہلے ٹوکتا اور روکتا ہے۔ وہ جرم کو سرزد نہیں ہونے دیتا۔ خدا کے سامنے جواب دہی کا احساس اسے جرم سے باز رکھتا ہے۔ دنیا کے تمام قوانین جرم کے بعد کچھ کرسکتے ہیں۔ صرف خدا کا قانون ہی ہے جو جرم ہونے سے پہلے مجرم کے پاؤں میں خدا کے سامنے حاضر ہونے اور جہنم میں جلائے جانے کی بیڑیاں پہناتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر تاریخ گواہ ہے۔ اگر تاریخ کا سچائی اور ایمان داری سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر صاف ہوجائے گی کہ خدا کے قانون نے اس معاشرے میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا جہاں برائیاں اور جرائم اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں چوری، ڈکیتی، لوٹ مار لوگوں کا محبوب مشغلہ تھا، جہاں جوئے، سٹے اور شراب کے مقابلے ہوتے تھے، جہاں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، جہاں انسان بیچے جاتے تھے۔ لیکن جب اس قوم میں احساس جواب دہی پیدا ہوگیا۔ جب وہ قوم خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے کانپنے لگی تب وہ قوم اور اس کے ذریعے قائم ہونے والی ریاست، امن وسکون، عدل وانصاف کا گہوارہ بن گئی، ایک عورت صنعاء سے حضرموت تک سونے چاندی کے زیورات پہنے چلی جاتی تھی اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا تھا۔ تاریخ کی آنکھوں نے وہ منظر بھی دیکھا جب شراب اور جوئے کے دلدادہ اسے روکنے والے بن گئے، جب عصمتوں کو لوٹنے والے خواتین کے محافظ بن گئے، اونٹ اور بکریوں کے چرواہے دنیا کے امام بن گئے۔ اگر آج بھی ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک اور ساری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بنے، یہاں عدل وانصاف کے پھول کھلیں، یہاں امن وشانتی کی فضا قائم ہو، پیار ومحبت کے گنگ وجمن بہیں تو ہر شخص کو اپنے اندر احساس ذمہ داری اور خدا کے سامنے جواب دہی کے تصور کو جاگزیں کرنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

پڑوسیوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیے

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

مسلمانوں کا وجود دنیا کے لئے سراسر رحمت اور امن وسلامتی ہے، اس کی شان یہ ہے کہ اہل دنیا اس کے وجود کو دعائیں دیں، اس کے سائے کو اپنے لئے غنیمت تصور کریں اور اس کی زندگی کے ہر سانس کو پیام محبت سمجھیں مسلمانوں کی جماعت انسانی جماعت کے لئے رحمت ہے مسلمانوں کا ایک فرد انسانوں کے ایک فرد کے لئے باعث امن وفخر ہے، بلکہ ایک مسلمان ساری انسانیت کے لئے موجب اطمینان وتسلی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شدت سے اس کی پابندی کرائی گئی ہے، مسلمانوں کا محلّہ امن ورحمت کا گہوارہ ہے، مسلمانوں کی بستی، اطمینان وتسلی کی جنت ہے، مسلمانوں کا شہر سکون ومسرت کا خوش گوار گلشن ہے۔

مسلمانوں کا پڑوسی کوئی بھی ہو، کیسا بھی ہو بہر حال اس کا فرض ہے کہ اچھا سلوک کرے تواضع سے پیش آئے، ہر ضرورت کا حتی المقدور تکفیل بنے، پڑوسی کافر ہو یا مجوسی، یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا سکھ بہر حال ایک مسلمان کا اسلامی طریقہ یہی ہوگا کہ اپنے وجود سے اس کو ہر طرح فائدہ پہونچانے کی کوشش کرے گا کیونکہ اسلام میں انسانیت کی خدمت کو بڑا مقام حاصل ہے، حتی کہ حیوانات پر بھی رحم وکرم کرنا مسلمانوں کی سرشت میں داخل ہے کہ اسلام ان کے لئے بھی رحمت بن کر آیا ہے، داعی اسلام کے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ ہے: **وما ارسلناک إلا رحمة للعالمین** پیغمبر اسلام تمام کائنات کے لئے رحمت ہے پھر پیغمبر اسلام کے متبعین بھی خدا کی ہر کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ مگر بظاہر ہر شخص کے لئے جار اور پڑوسی کا حلقہ محدود کر دیا گیا ہے تا کہ اسلام کا ہر شیدائی اور سچا تابعدار اپنی حد تک اپنے فرائض انجام دیکر اسلام کا رحمت ہونا ثابت کرے۔ اگر کسی نے اس غرض کی انجام دہی میں غفلت برتی تو اسلام دوستی کے دعوے میں وہ جھوٹا ہے، اس کے مسلمان ہونے پر دنیا کے لئے کوئی ظاہری دلیل نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **عن ابی هريرة ان النبی صلى الله عليه وسلم قال والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن قيل من يارسول الله قال الذی لا يأمن جاره بوائقه** (بخاری ومسلم) آپ نے تین مرتبہ فرمایا: کہ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کون شخص مومن نہیں ہوسکتا؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کے بداطوار اور مصائب سے پڑوسی کو امن نہ مل سکے، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز بیان کہ کس طرح پہلے بغیر نام سے تین مرتبہ سخت بات فرمائی، پھر لوگوں نے جب خوفزدہ ہوکر ایسے شخص کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ رہ سکیں، گویا اس طرح صحابہ کے دل میں اس طرز خطاب سے یہ بات بٹھا دی گئی، مگر افسوس ہے کہ اس زمانے کے مسلمانوں میں جہاں اور باتیں دل سے ایک ایک کر کے نکل گئیں وہاں یہ اہم بات بھی نہ رہ سکی۔

بہترین دوست اور ہمسایہ: ہمسایہ کے متعلق عرض کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ مسلمان اپنے ہمسایہ کے لئے سراسر اطمینان ورحمت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خارجی زندگی کا زیادہ تعلق ہمسایوں اور دیگر متعلقین کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے اسلامی تعلیمات کا صحیح نمونہ ان کو اسی صورت سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمان اپنے افعال وکردار سے ان کے دلوں کی دنیا پر قابو حاصل کرلیں ان کو خدا کے دین کی سچائی اور خیر خواہی کا پورا یقین دلائیں، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ ہمسایہ کے سلوک میں اسلام کی تبلیغ کا راز پوشیدہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو مسلمان اپنے متعلقین اور پڑوسی کے لئے بہتر ہوگا خدا کے نزدیک بھی وہی بہتر ہوگا اور جو اپنوں میں بدنام و بے وقعت ہوگا قیامت میں خدا کے دربار میں بھی اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی۔ کا ارشادگرامی ہے: **عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله خير الاصحاب عند الله تعالى خيرهم لصاحبه وخير الجيران عند الله تعالى خيرهم لجاره** ''خدائے تعالی کے نزدیک بہترین دوست وہی ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور اس کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہی ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بہتر ثابت ہو'' اسی لئے حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کسی آدمی کے روزہ نماز کی طرف مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟

پس اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا چاہئے کہ اسلام کی خارجی زندگی کا حسن وقبح تمہارے اعمال و کردار کی اچھائی یا برائی پر موقوف ہے یعنی اگر لوگوں کے ساتھ تمہارے تعلقات اچھے ہیں اور دنیا تم سے خوش ہے تو تمہارے اسلام کا ظاہری حصہ اچھا ہے اور اگر تمہارے سلوک سے لوگ نالاں ہیں، پناہ مانگتے ہیں اور رات دن یک گونہ پریشان رہا کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ ظاہری خرابی ہے رہا تمہارے دل کا خیال ورجحان اور عقیدہ ومسلک تو وہ بندے اور خدا کے درمیان کا معاملہ ہے، اس سے یہاں بحث نہیں ہے لیکن خود غور کرلو کہ جو شخص اپنے متعلقین اور ہمسایوں سے نباہ نہیں کرسکتا اور اس کے تعلقات ان سے خوشگوار نہیں رہتے تو پھر خدا کے ساتھ اس کا کیسا کچھ لگاؤ ہوگا، اور اپنے مولا کے ساتھ تعلقات میں کتنا کامیاب ہوگا۔

حقوق ہمسایہ اور عورت: مسلمانوں میں جہاں بہت سے غلط تصورات پیدا ہو گئے ہیں وہیں ایک یہ بھی بنیادی غلط تصور عام طور پر پیدا ہو گیا ہے کہ اسلامی تعلیم کے ذمہ دار سراسر مرد ہیں، عورتوں کے ذمہ اگر کوئی اہم فریضہ ہے اور وہ بھی پرانی قسم کی عورتوں میں تو روزہ ہے، عورتیں روزہ رکھنے میں بڑی حاتم ہوتی ہیں، بقیہ ذمہ داریاں وہ اس طرح بھولی ہوئی ہیں کہ گویا ان میں ان کی کوئی پکڑ ہی نہیں لیکن اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس کمزوری کے ذمہ دار دراصل مرد ہی ہیں وہ خود اسلامی تعلیمات سے جب غافل ہوں تو اپنی عورتوں، بچوں کو ان پر عامل کیسے بنا سکتے ہیں؟

حقوق ہمسائیگی کے سلسلے میں اگر غور کیا جائے تو عورت کے سلوک کو بڑا دخل ہے، مرد باہر رہتا ہے، کام پر گیا ہے اسے محلّہ کی عورتوں بچوں کی اندرونی حالت کی خبر نہیں ہے مگر عورت عموماً پڑوسن کے اندرونی حالات سے واقف ہوتی ہے، وہ خوب جانتی ہے کہ آج محلّہ میں کس کے گھر بیوہ اپنے بچوں سمیت بھوکی سو رہی ہے، کس کی بیٹی کی زندگی باپ کی تنگدستی کی وجہ سے خطرناک گذر رہی ہے، اور کتنے ایسے گھر ہیں جو مارے شرم وحیا کے باوجود افلاس وغربت کے زبان پر شکوہ زمانہ کا ایک لفظ تک نہیں لاتے۔

اسی وجہ سے حقوق ہمسائیگی کے سلسلہ میں حدیث شریف میں عورتوں کو خاص طور سے تنبیہ کی گئی ہے، انہیں خصوصی تعلیم دی گئی ہے اور جملہ مسلمان عورتوں سے خطاب کیا گیا ہے: **عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا نساء المسلمات لا تحقرنّ جارة لجارتها ولو فرسن شاة** ''(بخاری ومسلم) اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے لئے کسی ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کی کھر ہی ہو'' یعنی مسلمان عورتیں اپنے پڑوسن کا اس قدر لحاظ کریں کہ اگر کوئی پڑوسی کچھ مانگنے آئے اور گھر میں اتفاق سے کچھ نہ ہو تو اسے بالکل ہی محروم واپس نہ کردیں بلکہ حتی الامکان دل جوئی کریں اگر کچھ نہیں تو معمولی چیز دے کر خوش کرنے کی کوشش کریں؛ کیونکہ ضرورت مند پڑوسی کا محروم واپس جانا اپنی بڑی محرومی ہے مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ یہ خدمت محلّہ میں اس طرح بجالائیں کہ محلّہ میں ان کی خوش خلقی، خوش طبعی اور خوش بختی کا شہرہ ہو اور خدا کے یہاں تقرب حاصل ہو، اللہ تعالی توفیق عمل عطا فرمائے۔ (اسلامی نظام زندگی، ص: ٦٠ تا ٦٥)

مسلمانوں کی آبادی بڑھی اور وزن کم ہوگیا

عارف عزیز (بھوپال)

گزشتہ صدی میں پوری دنیا کی آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کی آبادی میں سات فیصد کا اضافہ ہوا ہے؛ جب کہ عیسائیوں کی آبادی کا تناسب کم ہوا ہے، اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب سے زیادہ ہے جس میں 1.2 ارب مسلمان ہیں اور دو ارب عیسائی ہیں یعنی ہر تین عیسائی پر دو مسلمان ہیں، اس کے بالمقابل ١٩٠٠ء میں ہر تین عیسائیوں پر ایک مسلمان تھا۔

اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا اضافہ 19.6 فیصد تک ہوا ہے جب کہ 1900ء میں یہ اضافہ 12.3 فیصد سے گر کر اب 31.2 فیصد پر آ گیا ہے، ان دو بڑے مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب اور فرقوں کے تناسب میں تغیر برائے نام ہی رہا ہے۔

رپورٹ میں عیسائی آبادی میں ہونے والی اس کمی کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ان ممالک میں جہاں عیسائیت سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتی ہے، وہاں کی شرح پیدائش مسلمان ممالک کی شرح پیدائش کے مقابلے میں کم ہے؛ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ عیسائیوں کی آبادی کے تناسب میں یہ کمی شرح پیدائش میں کمی یا بیشی کا نتیجہ نہیں ہے؛ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اسلام کی ہدایت سے بہرہ ور ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے؛ لیکن اس حقیقت سے مذکورہ رپورٹ میں قصداً اعراض برتا گیا ہے اور مسلمانوں کی آبادی میں اضافے کے اس اہم سبب کو تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے نظر انداز کر دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب مشنری وتبلیغی مذہب ہے، اس کے لئے یہ اعتراف گلے کی ہڈی سے کم نہیں کہ عالمی پیمانے پر اس کی مشنری کوششوں کے باوجود لوگ عیسائیت کے بجائے اسلام کی طرف زیادہ تیزی سے جا رہے ہیں، عیسائی ادارے اور مشنریاں اس حقیقت سے واقف نہ ہوں، اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ خود عیسائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام کی طرف آنے کا سلسلہ سب سے زیادہ یوروپی ممالک ہی میں ہے، جہاں عیسائیت کا غلبہ ہے۔

دوسری طرف اسلام کے تعلق سے دنیا کی اس حقیقت حال میں مسلمانوں کے لئے مقام شکر بھی ہے اور مقام فکر بھی، مقام شکر یہ ہے کہ وہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہیں جس کی حقانیت کو تسلیم کر کے دنیا آہستہ آہستہ اس کی طرف آ رہی ہے، مقام فکر یہ ہے کہ اسلام خود بھی ایک دعوتی وتبلیغی مذہب ہے اور مسلمان ایک داعی امت ہیں؛ لیکن وہ اپنے اس منصب اور فریضے سے غافل نہ ہوتی تو یقیناً لوگ اسلام کی طرف ایک ایک کر کے نہ آتے؛ بلکہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے نظر آتے، غور کرنے اور سوچنے کی دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں دوہرا اضافہ ہو رہا ہے، ایک تو افزائش نسل کے فطری طریقے سے اور دوسرے نومسلموں کی شکل میں؛ لیکن اس اضافہ آبادی کے باوجود مسلمانوں کا وزن عالمی پیمانے پر کم ہوتا جا رہا ہے، گزشتہ ایک صدی کا ہی جائزہ لیں تو مسلمان اپنا وزن کھو کر کہیں سے کہیں پہنچ چکے ہیں، اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا تعلق اپنے دین اور اپنی رہنما کتاب سے مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے اور دنیا سے محبت بڑھتی جا رہی ہے، اگر امت کا یہی حال رہا تو مسلمانوں کی تعداد تو بڑھتی رہے گی؛ لیکن ان کا وزن اسی طرح کم ہوتا رہے گا۔

Scanned with CamScanner

مسلمانوں پر بڑھتے مظالم اور منافرت کا منظر نامہ

ڈاکٹر سید احمد قادری

گزشتہ 10 برسوں میں بی جے پی کی حکومت نے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ جس طرح کا متعصبانہ، ظالمانہ اور آمرانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے دانستہ طور ان کی لسانی، سماجی، سیاسی، تعلیمی، معاشی، تاریخی، تہذیبی اور معاشرتی سطح پر جو منافرت اور مظالم بھرے سلوک کئے ہیں۔اس پورے منظر نامے پر ایک عمومی نظر ڈالی جائے تو جو منظر نامہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔وہ بہت ہی افسوسناک، ہولناک اور ہیبت ناک ہے۔پوری دنیا چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ ہندوستان کے اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں پر گزشتہ 10 برسوں میں ظلم وتشدد کے واقعات میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ملک کے سیکولر دانشوروں، سابق فوجیوں، سائنسدانوں، دنیا کے فنکاروں، مختلف زبان کے ادیبوں، شاعروں نے ملک کے مسلمانوں پر آئے دن ہونے والے مظالم پر مسلسل احتجاج اور افسوس کا اظہار کیا۔ملک کے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ سے ایسے ناپسندیدہ سانحات پر قدغن لگانے کی گزارش کررہے ہیں۔سیکولر میڈیا بار بار ملک کے سربراہ کو اس جانب خصوصی توجہ دلانے کی کوشش کررہا ہے۔لیکن افسوس کہ ایسے تمام احتجاج اور گزارشات پر کوئی توجہ دئے جانے اور قدغن لگانے کی بجائے ایسے تمام واقعات و سانحات کو نظر انداز کئے جانے بلکہ ان پر خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی رضامندی کا اظہار کررہے ہیں۔

اب حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کی ہے جو صدیوں سے اس ملک میں اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ شیر وشکر کی طرح آپسی اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہتے آئے ہیں اور اپنی قدیم گنگا جمنی تہذیب کو فروغ دیتے رہے ہیں۔مگر اب ان کے درمیان خلیج کو دانستہ طور پر بڑھا دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ حکومت کی مصلحت آمیز خاموشی کو رضامندی تصور کرتے ہوئے ملک کے مسلمانوں کے تشخص کو ہر سطح پر ختم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہے۔ملک کی بیشتر ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کی مادری زبان اردو کو ختم کرنے کی عملی کوششیں جاری ہیں۔ممکن ہے کہ ان کے ذہن کے کسی گوشے میں برنارڈ شا کی یہ بات متحرک کررہی ہو کہ کسی قوم کو ختم کرنا ہے تو پہلے اس قوم کی زبان کو ختم کردو۔اس لئے مادری زبان کو ختم کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ہماری تہذیب وتمدن کے خاتمہ کی کوشش جس طرح کی جارہی ہے وہ بھی سب کے سامنے عیاں ہے۔اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں کی شاندار اور سنہری تاریخ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی صدیوں تک اس ملک پر مسلمانوں نے حکمرانی کی ہے لیکن کبھی بھی اپنے ہم وطن ہندو بھائی کے ساتھ منافرت کا ثبوت نہیں دیا بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور گنگا جمنی تہذیب کی بہترین مثالیں پیش کرتے رہے، لیکن افسوس کہ دانستہ طور پر بی جے پی کی حکومت یہاں کے مسلمانوں کی سنہری تاریخ کو یہ کہتے ہوئے بدلی جارہی ہے کہ یہ تاریخ غلط لکھی گئی ہے۔اب تک کتنی تاریخیں بدل بھی دی گئی ہیں اور تبدیل شدہ تواریخ کو بچوں کے نصاب میں شامل بھی کردیا گیا ہے۔

اگر ہم اس فعل کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دراصل تاریخ ہند میں کوئی کردار نہ ہونے کی وجہ سے بی جے پی کے لوگ بے چینی بلکہ سبکی محسوس کررہے ہیں۔جس کے باعث بی جے پی ملک کی تاریخ کو بدلنا چاہتی ہے۔یہ گندی ذہنیت کی علامت ہے، اب تاریخ کو دوبارہ لکھنے سے سچ کیسے بدلے گا۔مسلمانوں کی تاریخی و ثقافتی وراثت کو مٹا کر ملک کی شاندار پہچان کو ختم کردینے کی یہ مذموم کوشش ہے۔جن مسلمانوں نے گاؤں اور شہر کو اپنی دولت لٹا کر بسایا ان گاؤں اور شہروں کے نام تک متعصب اور فرقہ پرستوں کو گوارا نہیں ہے۔

حکومت اپنے سیاسی مفادات اور ایجنڈے کی کامیابی کے لئے سرکاری خزانہ کے اربوں روپے خرچ کرکے ملک کی تاریخ سے مسلمانوں کے نام کو صدیوں سے آباد شہروں، تاریخی عمارتوں، پرانے ریلوے اسٹیشنوں کے نام تبدیل کرکے ملک کے فرقہ پرستوں کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔انتہا تو یہ ہے کہ ملک کے مسلمانوں سے اتنی نفرت بڑھائی جارہی ہے کہ ان کے کھانے، پینے، جینے مرنے پر بھی پہرے بٹھائے جارہے ہیں۔

ان کے مذہبی تشخص کو ختم کیا جارہا ہے۔مسلمانوں کی مساجد، مدارس، عیدگاہیں، خانقاہیں اور قبرستانوں تک کو مختلف بہانوں سے ختم کرنے کے منصوبوں پر عمل ہورہا ہے۔مختلف بہانوں سے ملک کے مختلف حصوں میں برسہا برس سے بسنے والے مسلمانوں کے مکانوں، دکانوں کے ساتھ ساتھ مذہبی عبادتگاہوں کو بلڈوزر سے مسمار کیا جارہا ہے۔وہ تو کہئے کہ اس معاملے میں ابھی سپریم کورٹ نے سخت رویہ اپناتے ہوئے اس غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر انسانی عمل پر قدغن لگانے کی کوشش کی ہے ورنہ بی جے پی کی حکومت تو مسلمانوں کی جان و مال ان کے تشخص کو ختم کرنے کا منظم منصوبہ بنا ہی چکی ہے۔بی جے پی اپنی پارٹی کے لئے مسلمانوں کے ووٹ کی خواہش مند رہتی ہے، لیکن پارلیمنٹ کے اندر اپنی پارٹی سے مسلمان کے وجود کو ہی ختم کردیا ہے۔ ملک کی مختلف شاہراہوں پر تو مسلمانوں کو گالیاں کھلے عام دی ہی جاتی ہیں اور اب بی جے پی کے لوگوں کی ہمت اور حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے اندر بھی ملک کے ایک مسلم ممبر پارلیمنٹ کنور دانش علی کو جس طرح گزشتہ 21 ستمبر 2023 کو بی جے پی کے ممبر پارلیمنٹ رمیش بدھوری نے انھیں غدار، آتنک وادی وغیرہ جیسے نازیبا، ہتک آمیز اور غیر پارلیمانی الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا تھا اور بی جے پی کے دیگر ممبران پارلیمنٹ میں ہنستے و مسکراتے رہے۔اس سے ان کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ملک کی پارلیمانی تاریخ میں یہ ایسا زخم اور کلنک ہے کہ پارلیمانی پروسیڈنگ سے ان نازیبا الفاظ کو حذف کئے جانے کے باوجود ہمیشہ چبھتا رہے گا۔اس لئے کہ رمیش بدھوڑی نے ان الفاظ سے صرف کنور دانش علی کو ہی ذلیل ورسوا نہیں کیا بلکہ ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے ساتھ غیر جمہوری، غیر آئینی اور غیر انسانی حرکت کی ہے۔گزشتہ چند برسوں میں ملک کے مسلمانوں کے ساتھ جس طرح کے متعصبانہ سلوک کئے جارہے ہیں، ان کے مذہبی تقدس کو پامال کیا جارہا ہے، ان کے مذہبی اکابرین بلکہ انتہا تو یہ ہے کہ ملک کے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے نبی کریم کے ذریعہ پور شرما کے بعد ڈاسنہ مندر کا پجاری یتی نرسمہانند جیسا شخص نازیبا جملے استعمال کررہا ہے۔جو کسی بھی حال میں کسی بھی مسلمان کے لئے قابل برداشت نہیں ہے۔اس شخص کی یہ کوئی پہلی بار ہرزہ سرائی نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی منافرت اور تشدد کی بات کرتے ہوئے دھرم سنسد کے اجتماع میں مسلمانوں کے قتل عام کئے جانے جیسی اشتعال انگیزی کرچکا ہے۔جس کے خلاف اتراکھنڈ حکومت کو سپریم کورٹ نے سخت پھٹکار لگاتے ہوئے اسے گرفتار کرکے جیل بھیجنے کی تاکید کی تھی، وہ جیل تو گیا لیکن جلد ہی اسے ضمانت دے دی گئی اور وہ آزادانہ طور پر گھوم کر گستاخی رسول کا ارتکاب کررہا ہے۔اس اشتعال انگیز بیان کے خلاف پورے ملک میں غم وغصہ کا اظہار کیا جارہا ہے، جو فطری ہے۔

مشہور تاریخ داں عرفان حبیب نے بھی اپنے احتجاج میں لکھا ہے کہ یتی نرسمہانند مسلسل اور دانستہ طور پر زہر افشانی کررہا ہے اور یہ صرف اس لئے ہورہا ہے کہ ریاستی حکومت ایسے بدزبان کی حرکتوں کو نظر انداز کررہی ہے۔ملک بھر سخت عوامی احتجاج اور مظاہرے کو دیکھتے ہوئے اس ملعون کو اب گرفتار کیا گیا ہے۔ ہرزہ سرائی کرنے والا شخص تنہا نہیں ہے۔ بلکہ آئے دن ملک کے مسلمانوں کے سلسلے میں طرح طرح کے منافرت بھرے اشتعال انگیز بیان دیتے رہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔میسور کے سابق ممبر پارلیمنٹ پرتاپ سمہا نے بھی حال ہی میں مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے گنیش اتسو کے موقع پر کہا ہے کہ اگر ہم نے پتھر اٹھا لئے تو ایک بھی مسلمان نہیں بچے گا۔اس نفرت انگیز بیان کے بعد مہاراشٹر کے احمد نگر میں سکل ہندو سماج کے جلسہ میں بی جے پی کے ایم ایل اے نتیش رانے نے مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر رام گیر مہاراج کے بارے میں کچھ کہا گیا تو ہم مسلمانوں کی مساجد کے اندر گھس گھس کر ماریں گے۔ بہار سے تعلق رکھنے والا ایک مرکزی وزیر گری راج سنگھ بھی ملک کے مسلمانوں کی تضحیک کرنے اور ان کے خلاف آگ اگلنے میں ماہر ہے۔اس نے دھمکی بھرے انداز میں کہا تھا کہ مسلمانوں نے چونکہ بی جے پی کو ووٹ نہیں دیا ہے اس لئے ان کا کوئی کام نہیں ہوگا۔اس کی اسی دھمکی سے متاثر ہوکر بہار سے کامیاب ہونے والے جے ڈی یو کے ایک ممبر پارلیمنٹ نے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کے ایک وفد سے کہا تھا کہ مسلمانوں کا وہ اب کوئی کام نہیں کرے گا۔اس لئے کہ مسلمانوں نے اسے ووٹ نہیں دیا ہے۔

مسلمانوں پر جتنا ظلم کیا جائے، انھیں قتل کیا جائے۔ایسے کارناموں کے انجام دینے والوں کو بی جے پی کی حکومت میں انعام واکرام کا مستحق قرار دیا جاتا ہے، بلکہ ایسے لوگوں کو ایوان تک کا 'معزز بنایا جاتا ہے۔ملک کی تاریخ کی آنکھوں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے قاتلوں اور زانیوں کو جیل سے تمام تر قوانین کو درکنار کرتے ہوئے رہا کرایا گیا اور انھیں سنسکاری کا اعزاز دے کر ان کا پھول مالا سے استقبال کیا گیا۔ایسے میں ہر وہ شخص جو حکومت کی نگاہ میں اپنی اہمیت اور وقعت بڑھانا چاہتا ہے اور سرکاری مراعات کا خواہاں ہے وہ ایسے کارناموں کو انجام دے کر خود کو سرخرو کرتا ہے اور خلعت سے فیضیاب ہوتا ہے۔دراصل موجودہ حکومت کو لگتا ہے کہ اقتدار پر بنے رہنے اور اپنے ہندوتوا ایجنڈوں کو نافذ کرنے کے لئے ملک کے مسلمانوں پر تشدد اور نفرت کے اسلحہ سے ان کے وجود اور تشخص کو ختم کرنا ضروری ہے، تاکہ ملک میں فرقہ واریت کی فضا بنی رہے اور ان کی حکمرانی قائم رہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ حکمراں ملک کی اکثریت کو یہ تاثر دیتے رہتے ہیں کہ ملک میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کو روکنا ضروری ہے اگر نہیں روکا گیا تو یہ مسلم اقلیت یہاں کی اکثریت پر حاوی ہوجائیں گے۔انتہا تو یہ ہے کہ اس ملک کا وزیر داخلہ اپنے سیاسی مفادات کے لئے یہ کہنے میں ذرا بھی نہیں شرمندگی محسوس نہیں کرتا ہے کہ گجرات میں 2002ء میں فرقہ وارانہ فساد اور ہزاروں مسلمانوں کا قتل کرانے کے پیچھے دراصل یہاں کے مسلمانوں کو سبق سکھانا مقصد تھا۔اس پورے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس وقت ہر طرح سے سیاسی، سماجی، معاشی، اقتصادی تعلیمی اور صنعتی طور پر کمزور، بے دست وپا اور بے وقعت کئے جانے کی دانستہ کوششیں کی جارہی ہیں۔ رام مندر، لو جہاد، گھر واپسی، گو مانس، گورکشا، وندے ماترم، 370 کا خاتمہ، طلاق ثلاثہ مسلم پرسنل لا، شہریت ترمیمی قانون، یونیفارم سول کوڈ وغیرہ کے نام پر مسلسل یہاں کے مسلمانوں کو خوف ودہشت میں مبتلا رکھا جارہا ہے۔ایسے ناگفتہ حالات میں ہم نے ہوش کے ناخن نہیں لئے اور آپسی رنجشوں کو اتحاد وہم آہنگی میں تبدیل نہ کیا تو آنے والا کل اس سے کہیں زیادہ تشویشناک ہوگا، اس لئے آئیے بیٹھ کر اپنی معاشی بدحالی کو دور کرنے، تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا منصوبہ بنائیں۔

اپنی فکر کرو

حضرت ابوامیہ شعبانیؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابوثعلبہ خشنیؓ سے پوچھا صلا کہ تم اس آیت ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ'' کا کیا مطلب سمجھتے ہو، انہوں نے جواب میں فرمایا تم نے ایک واقف وباخبر سے اس آیت کا مطلب معلوم کیا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے نیکیوں کو اپناؤ، اور برائی سے بچو، جب دیکھو کہ لالچ کا دور دورہ ہے اور لوگ خواہشات نفس کے غلام بن چکے ہیں، دنیا کو (دین پر) ترجیح واولیت حاصل ہے، ہر شخص اپنے خیال ورائے کو سب سے بہتر سمجھتا ہے تو تم اپنے نفس کی فکر کرو، عوام سے کنارہ کش رہو، تمہیں بڑے ناگفتہ بہ حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے، جن میں دین پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا ہاتھ میں آگ کا انگارہ لینا، اس نازک دور میں دین پر عمل کرنے والے کو اس جیسے پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

(ابوداؤد و ترمندی وابن ماجہ)

Scanned with CamScanner

نئی تعلیمی پالیسی اور دینی مدارس

مولانا ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی

میں نے نئی تعلیمی پالیسی اور دینی مدارس کی مدت تعلیم کا مطالعہ کیا۔ دینی مدارس کی مدت تعلیم، مراحل تعلیم اور نصاب تعلیم کو نئی پالیسی کے مطابق مرتب کرنا نہایت ہی اہم ہے۔ اس تناظر میں نئی تعلیمی پالیسی کا اور دینی مدارس کی مدت تعلیم کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ:

(۱) موجودہ وقت میں ہندوستان میں مدارس دو طرح کے ہیں (الف) آزاد مدارس (ب) مدارس ملحقہ۔ آزاد وہ مدارس ہیں جہاں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، ان میں ابتدائی درجات بھی ہیں جن میں مادری زبان فارسی اور ابتدائی عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ابتدائی درجات کے نصاب تعلیم میں وہ نصاب شامل کئے گئے ہیں جو عصری اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں، ان میں اردو فارسی کے ساتھ ہندی، انگریزی، سائنس وغیرہ مضامین کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، ان کا انتظام عوامی تعاون کے کیا جارہا ہے۔ مدارس ملحقہ وہ مدارس ہیں جو کسی بورڈ سے ملحق ہیں، ان میں اردو، فارسی، عربی اور اسلامیات کے علاوہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے تمام مضامین شامل ہیں۔ ان مدارس کے نصاب تعلیم اور مراحل تعلیم مرتب ہیں، اس میں الگ الگ درجات کے لئے اسناد بھی جاری کی جاتی ہیں۔ یہ مدارس ہمارے موضوع بحث سے خارج ہیں۔ ابھی میرے بحث کا موضوع آزاد مدارس یعنی مدارس نظامیہ ہیں، جن کی تعداد ملک میں بہت ہیں، لیکن ان میں مدت تعلیم، نصاب تعلیم اور مراحل تعلیم میں یکسانیت نہیں ہے۔ ان مدارس میں ابتدائی درجات تو ہیں، لیکن یہ ابتدائی درجات کہیں چار سال میں، تو کہیں پانچ سال۔ اس کے علاوہ ان کے نصاب تعلیم میں بھی یکسانیت نہیں ہے، مراحل تعلیم اور درجات معین نہیں ہیں۔ اکثر مدارس میں فراغت کے بعد فضیلت کی سند دی جاتی ہے۔ ان کی اسناد کسی بورڈ و یونیورسٹی سے منظور نہیں ہیں۔ اس طرح طلبہ وفارغین کو طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مدارس نظامیہ کے ابتدائی درجات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہی بات سمجھ میں آجاتی ہے (۲) مدارس نظامیہ میں ابتدائی درجات کی تعلیم پر توجہ کم ہے، مدرسہ میں مدت تعلیم چار سال ہے، تو کہیں پانچ سال تو کہیں چھ سال ہے۔ چھوٹے چھوٹے مدارس میں تو ابتدائی درجات کی تعلیم کا اہتمام نہیں کے برابر ہے۔ دو تین سال کچھ پڑھا دیتے ہیں، پھر طلبہ عربی درجات میں داخلہ لے لیتے ہیں، اس کے لئے پچھلے درجات کے ٹرانسفر سرٹیفکیٹ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اس کی وجہ سے طلبہ ابتدائی تعلیم اور عصری مضامین میں کمزور ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے ناواقف رہ جاتے ہیں، نیز مدارس میں ایک مرتبہ فاضل کی سند دی جاتی ہے۔ درمیان میں کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دی جاتی ہے، جس سے طلبہ کو مزید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح جن مدارس میں ابتدائی درجات چار سال یا پانچ سال پر مشتمل ہے، ان جملہ مدارس نظامیہ کے ابتدائی مراحل تعلیم میں اضافہ کر کے ۸ر سال یا ۱۰ر سال کر دیا جائے، تا کہ مڈل اور میٹرک کے برابر ہو جائے۔ پھر طلبہ کو اختیار دیا جائے کہ وہ اوپن اسکول بورڈ سے مڈل کا امتحان دے یا خود مدرسہ مڈل کی سرٹیفکیٹ فراہم کرائی جائے (۳) عربی درجات سے پہلے ابتدائی درجات ۱۰ر سال پر مشتمل ہوتا کہ ابتدائی تعلیم میں پختگی پیدا ہو جائے اور میٹرک معیار کی تعلیم بھی ہو جائے۔ جہاں تک درجہ نہم و دہم کو ابتدائی تعلیم میں شامل کرنے کی بات ہے تو اس سے فائدے تو بہت ہیں، البتہ اس کی وجہ سے نصاب تعلیم ۱۸ر سال کا ہو جائے گا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ اچھی تعلیم اور ایک اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اگر دو تین سال زیادہ لگ جائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ آخر کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کیسے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اسی طرح مدارس میں بھی پریشانی نہیں ہوگی۔ درجہ دہم تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ اپنے لئے راہ عمل اختیار متعین کر سکتے ہیں، اگر وہ دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیں گے تو وہ عربی درجات میں داخلہ لیں گے، اگر وہ عصری علوم حاصل کرنا چاہیں گے تو کالج میں داخلہ لیں گے، اگر وہ پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنا چاہیں گے تو وہ اس پیشہ وارانہ کورس میں داخلہ لیں گے۔ غرض تمام راستے کھل جائیں گے۔ اس طرح مدارس کی تعلیم کی اہمیت ہمہ جہت ہو جائے گی (۴) مدارس نظامیہ میں درمیان میں کوئی سند نہیں دی جاتی، جبکہ ملک کے نئے ماحول میں تو اس کی اور سخت ضرورت ہے۔ اسکول کا سرٹیفکیٹ شہریت کے ثبوت کیلئے ایک اہم دستاویز ہے۔ نئے شہریت قانون کے مطابق آدھار کارڈ، ووٹر کارڈ قابل قبول نہیں ہے، اس کے لئے دیگر دستاویزات کے ساتھ اسکول کی سرٹیفکیٹ بھی قابل قبول ہے۔ شہریت ثابت کرنے کے لئے پاسپوٹ کی ضرورت ہے۔ پاسپورٹ بنانے کے لئے تاریخ ولادت کے ثبوت کے لئے آئی اے، بی اے کی سرٹیفکیٹ قابل قبول نہیں ہے، اس کے لئے میٹرک یا اس کے مساوی منظور شدہ سرٹیفکیٹ ہی قابل قبول ہے۔ مدارس نظامیہ میں اب تک سرٹیفکیٹ جاری نہیں کی گئی، وہ وقت گزر گیا، آئندہ نسل کی حفاظت کے لئے اب سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ غریب فیملی کے فارغین جن کے پاس موروثی زمین جائیداد نہیں، وہ جہاں سے تعلیم حاصل کئے ہیں، ان کے پاس وہاں کی سرٹیفکیٹ ہوتی تو اس کو ثبوت میں دکھاتے مگر مدارس نظامیہ سے سرٹیفکیٹ جاری نہیں کی گئی تو کیا دکھائیں گے، یہ تو پرانے فارغین کا معاملہ ہے، ان کا وقت تو گزر گیا، اب نئی نسل کی ضرورت اور حفاظت پر غور کیا جائے، سی اے اے قانون بن چکا ہے، یہ کسی وقت نافذ ہوسکتا ہے۔ شہریت کے ثبوت کے لئے سرٹیفکیٹ کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس لئے مدارس نظامیہ کے ذریعہ سرٹیفکیٹ کا جاری کیا جانا بھی نہایت ضروری ہے (۵) درجات کے نام اس انداز پر رکھے جائیں جیسا کہ مدارس میں رائج ہیں، تو بہتر ہوگا، ویسے درجہ اول، دوم، سوم وغیرہ سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے۔ بہار کے مدارس میں نام رائج ہیں وہ یہ ہیں تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم، فاضل، یہ نام مدارس کے اعتبار سے بہتر معلوم ہوتے ہیں اور ان سے مدارس کی شناخت بھی واضح ہوتی ہے۔ یہ بات درجہ اول، دوم سوم وغیرہ میں نہیں ہے (۶) مدارس اسلامیہ کی اسناد کو ثانوی سطح تک NIOS یعنی مرکزی اوپن اسکول سسٹم سے منظور کرا دیا جائے یا طلبہ کو پرائیویٹ طور پر اس ادارہ سے امتحان دلا دیا جائے تو میٹرک کی منظور شدہ سرٹیفکیٹ حاصل ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے آئندہ مراحل میں آسانی ہو جائے گی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے بھی اوپن یونیورسٹی وغیرہ قائم ہیں، جیسے مولانا آزاد اوپن یونیورسٹی، نالندہ اوپن یونیورسٹی، ان یونیورسٹیوں کے امتحانات میں شرکت کر کے اعلیٰ ڈگری بھی حاصل کی جاسکتی ہے (۷) ملک میں نئی تعلیمی پالیسی کا نفاذ کیا گیا ہے، گرچہ موجودہ وقت میں مدارس اسلامیہ اس سے مستثنیٰ ہیں، لیکن ملک کے بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں اس کی تیاری سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے مدارس کی مدت تعلیم، مراحل تعلیم اور نصاب تعلیم کو نئی تعلیمی پالیسی کے مطابق بنانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ نئی تعلیمی پالیسی کے سلسلے میں کچھ ضروری باتیں پیش ہیں۔

(۱) نئی تعلیمی پالیسی میں بھی داخلہ ایسے طلبہ/طالبات کا لیا جائے جن کی عمر ۶ر سال مکمل ہو گئی ہو (۲) تعلیم کی ابتدا نرسری اور کے جی سے ہوگی اور یہ تین سال پر مشتمل ہوگا، اس کے بعد درجہ اول اور دوم ہوگا۔ اس طرح دونوں ملا کر پانچ سال بنیادی تعلیم کے ہوں گے (۳) بنیادی تعلیم کے بعد تین سے پانچ درجات تک یعنی ۳ر سال پری مڈل کہلائیں گے، پھر اس کے بعد درجہ ۶ر سے ۸ر تک یعنی ۳ر سال مڈل اور درجہ ۹ر سے ۱۲ر تک یعنی ۴ر سال سکینڈری کہلائیں گے۔ اس کی ترتیب اس طرح ہوگی۔ ۵+۳+۳+۴ ۱۵ یعنی ۱۴ر سے ۱۸ر سال کی عمر میں طلبہ سکینڈری امتحان پاس کریں گے۔ اس طرح نئی تعلیمی پالیسی کے تحت مدارس اسلامیہ کی مدت تعلیم، مراحل تعلیم اور نصاب تعلیم کو مرتب کریں گے تو اس کا خاکہ حسب ذیل ہوگا۔

۵+۳+۳+۴+۲+۳+۲ یعنی درجۂ اطفال کو چھوڑ کر مدت تعلیم ۱۷ر سال ہوگی۔ یہی عصری اداروں میں بھی جاری ہے۔ مدت تعلیم کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

(۱) بنیادی تعلیم ۵ر سال: نرسری ایک سال، کے جی دو سال، درجہ ۱ر اور درجہ ۲، ۲ر سال یعنی ۳+۲ر کل ۵ر سال (۲) ماقبل مڈل درجہ ۳، درجہ ۴ر اور درجہ ۵ — یعنی ۳ر سال (۳) مڈل درجہ ۶، درجہ ۷ر اور درجہ ۸ — ۳ر سال (۴) ثانوی- درجہ ۹، درجہ ۱۰، درجہ ۱۱ر اور درجہ ۱۲ -- ۴ر سال (۵) مولوی ۲ر سال: یعنی اول، دوم (۶) عالم ۳ر سال: یعنی عالم اول، دوم، سوم (۷) فاضل ۲ر سال: یعنی اول، دوم

درجات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ اطفال: ۳ر سال، تحتانیہ: ۴ر سال، وسطانیہ ۴ر سال، فوقانیہ: ۲ر سال، مولوی: ۲ر سال، عالم مع آنرس: ۲ر سال، فاضل: ۲ر سال

جہاں تک نصاب تعلیم کی بات ہے تو فوقانیہ تک میں نے تیار کی ہے، جس میں جملہ امور کی رعایت موجود ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہوگی، تو اس نصاب تعلیم کو دستیاب کرایا جائے گا۔ بہر حال مدارس اسلامیہ دین کے قلعے ہیں، موجودہ وقت میں اس کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے بنیادی ڈھانچے میں بغیر تبدیلی لاتے ہوئے اس کے نصاب تعلیم کو مفید سے مفید تر بنانے کی ضرورت ہے، تا کہ ہمارے طلبہ وفارغین کسی میدان میں پیچھے نہ رہیں اور مدارس کی افادیت میں تنوع پیدا ہو سکے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۶/۳۳۲/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ نوادہ)

تنظیمہ پروین بنت تمیزل مقام محلہ انصار نگر ڈاکخانہ وضلع نوادہ.............فریق اول

بنام

محمد ضیاء الحق ولد محمد صمید مرحوم مقام انصاری محلہ روہ ڈاکخانہ روہ ضلع نوادہ.............فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

اس معاملہ میں فریق اول نے آپ کے خلاف تقریباً تین سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ نوادہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۲۰۲۴ء روز سوموار پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۶۳/۱۵۵۷/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ، کٹیہار)

شہدہ خاتون بنت انیس الرحمٰن، مقام قبالہ، ڈاکخانہ کیہونیہ، ضلع کٹیہار.............فریق اول

بنام

عمران حسین ولد محمد فراز شیخ، مقام چھوٹا سوجاپور، ڈاکخانہ بڑا سوجاپور، ضلع مالدہ، بنگال......فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہٰذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ، کٹیہار میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۰ر نومبر ۲۰۲۴ء روز اتوار پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

ڈینگواوراس کاعلاج

ڈینگو بخار نے تو لوگوں میں ملیریا اور ٹائفائیڈ بخار کو بھی مات دے دی ہے، آج کل ہر کوئی ڈینگو مچھر سے خوفزدہ نظر آتا ہے۔ڈینگو بخار کی عام علامات تیز بخار، جسم میں شدید درد اور منہ اور بازؤوں پر سرخ دھبے پڑنا ہے۔ماہرین طب کے مطابق ڈینگو وائرس انسانی خون میں داخل ہوکر سب سے پہلے تلی کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔تلی انسانی جسم کا وہ عضو ہے جو جسم کا خون صاف کرتی ہے۔تلی کا اہم ترین کام اینٹی باڈیز بنا کر جسم کے اندر جراثیم کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھانا اور جسم میں پلیٹ لیٹس کی کمی کو پورا کرنا ہے۔ جب ڈینگو وائرس جسم میں داخل ہوتا ہے تو پلیٹ لیٹس اور خون کے سفید خُلیے تیزی سے تباہ ہونے لگتے ہیں اور جب ہزاروں کی تعداد میں تباہ شدہ خون کے سفید خُلیے اور پلیٹ لیٹس تلی میں پہنچتے ہیں تو تلی پر ورم ہو جاتا ہے یہ صورتحال نہ صرف انسانی صحت کے لیے بلکہ زندگی کے لیے بھی خطرناک ہوتی ہے۔

اگر کسی کے جسم پر سرخ دھبے ظاہر ہوں، جسم میں درد ہونا، ہڈیوں، آنکھوں، جوڑوں اور انگ انگ میں درد ہوتا ہے، تو یہ اشارہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو ڈینگو بھی ہوسکتا ہے، اپنی طرف سے کوئی تشخیص یا فیصلہ کرنے کی بجائے اپنے فیملی معالج سے مشورہ کریں۔

یہ بات یاد رکھیں! ڈینگو بخار سخت فلو کی طرح کی ایک بیماری ہے dengue fever hemorrhagic بخار کی ایک قسم ہے جو زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے جس میں تیز بخار، جگر کا بڑھ جانا اور بیماری کی شدت میں circulatory failure کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔اس طرح کا بخار اچانک شروع ہوتا ہے اور فلو جیسی علامتیں ظاہر کرتا ہے۔ یہ بخار 2 سے 7 دن تک عموماً رہتا ہے اور درجہ حرارت 104 سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ یہ بات کبھی بھی نہ بھولیں کہ ڈینگو کا کوئی خاص علاج نہیں ہوتا ہے۔بیماری کی حالت میں مریض کو پانی کا استعمال زیادہ کروایا جاتا ہے۔ڈینگو بخار ہو جائے تو مریض کو فوری طور پر کسی قریبی طبی مرکز پہنچائیں۔

اس بیماری کی تشخیص اور علاج کسی مستند ڈاکٹر سے ہی کرائیں۔ڈینگو میں مبتلا مریض کو روز مرّہ غذا کے ساتھ ساتھ زیادہ مقدار میں جوس، پانی، سوپ اور دودھ پلائیں۔مریض کا درجہ حرارت 102 ڈگری F سے کم رکھیں۔ڈینگو بخار کے مریض کو مرض کے دوران اسپرین اور بروفین کسی صورت میں استعمال نہ کرائیں۔

سخت بیماری کی صورت میں منہ سے خون آنا

کہا جاتا ہے کہ ڈینگو بخار۔ڈینگو ''dengue'' اسپینی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی cramp یا seizure کے ہیں، 1950 میں یہ بیماری جنوب مشرقی ایشیاء کے ممالک میں ایک وبا کی صورت میں نمودار ہوئی تھی ،جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ خصوصاً بچے ہلاک ہو گئے ۔1990 کے آخر تک اس بیماری سے ایک اندازے کے مطابق 40 لاکھ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔1975 سے 1980 تک یہ بیماری عام ہو گئی۔2002 میں برازیل کے جنوب مشرق میں واقع ریاست Rio Janeirode میں یہ بیماری وبا کی صورت اختیار کرگئی اور اس سے دس لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ بات عموماً دیکھنے میں آئی ہے کہ یہ بیماری تقریباً ہر پانچ سے چھ سال میں پھیلتی رہتی ہے۔سنگاپور میں ہر سال چار ہزار سے پانچ ہزار افراد اس وائرس کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ 2003 میں سنگاپور میں اس بیماری سے چھ افراد کی ہلاکت بھی ہوئی۔اور جو افراد ایک مرتبہ اس بیماری میں مبتلا ہو جائیں وہ اگلی مرتبہ بھی اس بیماری کا جلد شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ مچھر کے کاٹنے سے پھیلنے والی ملیریا نامی بیماری کی اگلی صورت کہی جا سکتی ہے۔اس بیماری کے مچھر کی ٹانگیں عام مچھروں سے لمبی ہوتی ہیں اور یہ مچھر قدرے رنگین سا ہوتا ہے۔یہ بھی دیگر مچھروں کی طرح گندی جگہوں اور کھڑے پانی میں پیدا ہوتا ہے ۔ابھی تک اس بیماری کی کوئی پیٹنٹ دوا یا ویکسین ایجاد نہیں ہوئی ہے ۔تھائی لینڈ کے سائنسدانوں نے ڈینگو وائرس کی ایک ویکسین تیار کی ہے جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔اگرچہ اس ویکسین کے تین ہزار سے پانچ ہزار افراد اور مختلف جانوروں پر تجربے کیے جا چکے ہیں جس کے ابھی تک قدرے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔2002 میں سوئس فارما کمپنی اور Development Economic Singapore board نے مشترکہ طور پر اس وائرس کے خاتمے کی دوا تیار کرنے پر کام شروع کیا ہے۔یاد رکھیں اسلام نے صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دے کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، یہ سچ ہے اگر انسان اپنی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر محلہ اور ملک کی مجموعی صفائی پر توجہ مرکوز کرے تو آدھی بیماریاں خود بخود نیست و نابود ہو جائیں گی۔

مچھروں کی افزائش کی روک تھام

اپنے گھر اور آس پاس موجود ڈینگو پھیلانے والے مچھروں کا خاتمہ کریں۔ یہ مچھر عام طور پر پانی میں پرورش پاتے ہیں۔اپنے گھر کے صحن میں موجود کوڑا کرکٹ اور غیر ضروری سامان جس میں بارش کا پانی جمع ہو سکتا ہو وہ ختم کردیں۔استعمال شدہ بوتلیں، پرانے برتن، ٹین کے ڈبے اور پلاسٹک بیگ مناسب طریقے سے ٹھکانے لگادیں تاکہ ان میں بارش کا پانی جمع نہ ہو سکے۔ ایسے پانی میں مچھر پیدا ہوتے ہیں جو ڈینگو پھیلاتے ہیں۔صاف پانی جمع کرنے والے برتن مثلاً گھڑے ، ڈرم، بالٹی، ٹب وغیرہ ڈھانپ کر رکھیں۔چھت پر پانی والی ٹینکی کو مکمل ڈھانپ کر رکھیں اور پانی کے داخل اور خارج ہونے والے مقام پر جالی کا استعمال کریں۔

گملوں اور پودوں کی کیاریوں میں پانی جمع نہ ہونے دیں۔گملوں کے نیچے برتنوں کو بھی خشک رکھیں۔ کیونکہ مادہ مچھر وہاں بھی انڈے دے کر اپنی نسل بڑھا سکتی ہیں۔گھر کے آس پاس پانی جس کی نکاسی ممکن نہ ہو اس میں مٹی کا تیل ڈالیں۔ پانی کے ٹوٹے ہوئے پائپوں کی فوراً مرمت کروالیں تاکہ ان میں سے پانی کا ٹپکنا اور رسنا بند ہو جائے۔روم ایئر کولر وغیرہ جو استعمال میں نہ ہوں سے پانی خارج کردیں۔

آخر میں دو باتیں

اول:۔ علاج کسی بھی طریقہ علاج جیسا انگریزی ادویات، دیسی ادویات یا ہومیو پیتھک ادویات سے ممکن ہیں، کیونکہ اسلام نے ہمیں بتا دیا ہے کہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں، لیکن یاد رہے کہ اپنا علاج خود مت کریں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

مہاراشٹر اور جھارکھنڈ میں اسمبلی انتخابات کی تاریخوں کا اعلان

الیکشن کمیشن آف انڈیا (ای سی آئی) نے مہاراشٹر اور جھارکھنڈ میں اسمبلی انتخابات کی تاریخوں کا اعلان کردیا۔مہاراشٹر میں 288 اسمبلی سیٹوں کے لیے ووٹنگ ایک ہی مرحلے میں 20 نومبر کو ہوگی، جبکہ ووٹوں کی گنتی 23 نومبر کو ہوگی۔ وہیں، جھارکھنڈ میں دو مراحل میں انتخابات ہوں گے۔ چیف الیکشن کمشنر راجیو کمار نے کہا،'' جھارکھنڈ کی 81 اسمبلی سیٹوں کے لیے دو مراحل میں ووٹنگ ہوگی۔ پہلے مرحلے کے لیے 13 نومبر کو اور دوسرے مرحلے کے لیے 20 نومبر کو ووٹ ڈالے جائیں گے، جبکہ نتائج کا اعلان 23 نومبر کو کیا جائے گا۔'' الیکشن کمیشن آف انڈیا کے مطابق مہاراشٹر میں اسمبلی انتخابات کے لیے ایک لاکھ سے زائد پولنگ اسٹیشن قائم کیے جائیں گے۔ جھارکھنڈ میں اس بار 29562 پولنگ اسٹیشن قائم کئے جائیں گے۔

وقف ترمیمی بل: اپوزیشن اراکین پارلیمنٹ نے لوک سبھا اسپیکر کو لکھا خط

اپوزیشن اراکین پارلیمنٹ نے 15 اکتوبر کو لوک سبھا صدر اوم برلا کے نام ایک خط لکھا ہے۔اس خط میں جے پی سی کی میٹنگ میں ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہے۔خط لکھنے والے اراکین پارلیمنٹ نے لوک سبھا اسپیکر سے گزارش کی ہے کہ وہ فوری طور پر اس معاملہ میں مداخلت کریں، ساتھ ہی کمیٹی کے چیئر مین جگدمبیکا پال کو غیر جانبدارانہ رویہ اپنانے کے علاوہ پارلیمانی اصولوں کو برقرار رکھنے کی تلقین کریں۔اپوزیشن اراکین پارلیمنٹ جنہوں نے لوک سبھا اسپیکر کو خط لکھا ہے، ان میں کانگریس سے گورو گگوئی، سید ناصر حسین، عمران مسعود، ڈی ایم سے اے راجہ، ایم ایم عبداللہ، اے آئی ایم آئی ایم سے اسدالدین اویسی، اور ٹی ایم سی سے کلیان بنرجی شامل ہیں۔ان تمام اراکین پارلیمنٹ نے خط میں لکھا ہے کہ کمیٹی چیف کے ذریعہ کمیٹی کے سامنے ثبوت پیش کرنے کے لئے انورمنی پڑی کو دی گئی دعوت ان کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے۔ہم آپ سے اس معاملے میں فوری مداخلت کی گزارش کرتے ہیں۔ آپ سے یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ آپ کمیٹی کے چیئر مین کو غیر جانبدارانہ رویہ قائم رکھنے کی تلقین کریں گے اور انہیں ان کے فرائض یاد دلائیں گے۔ جے پی سی کی میٹنگ سے متعلق اپوزیشن اراکین پارلیمنٹ نے کہا کہ کمیٹی کے کئی ممبران کی جانب سے زبردست مخالفت کے باوجود ملکارجن کھڑگے، جو ایک باوقار آئینی عہدہ پر فائز ہیں اور میٹنگ میں موجود بھی نہیں ہیں، کے خلاف بولنے کی کمیٹی چیئر مین نے اجازت دی۔اس کے ساتھ ہی اپوزیشن لیڈران نے یہ بھی کہا کہ جگدمبیکا پال نے کمیٹی کے ممبران کو اپنا احتجاج درج کرانے کا وقت دینے سے بھی انکار کردیا۔

انتخابات سے قبل مفت مراعات، سپریم کورٹ کا جواب طلب

برسر اقتدار پارٹی کے ذریعہ عوام کے لیے کئی دلکش اسکیموں اور مراعات کا اعلان کیا گیا ہے، جس میں خواتین کو ہر مہینے 2000 روپے تک کی نقد رقم، ٹول ٹیکس میں چھوٹ شامل ہیں، انہی فیصلوں کو چیلنج دیتے ہوئے سپریم کورٹ میں ایک عرضی داخل کی گئی، جس پر سماعت کرتے ہوئے عدالت نے حکومت اور الیکشن کمیشن کو نوٹس جاری کردیا ہے، عرضی میں عدالت سے مطالبہ کیا گیا کہ انتخاب سے ٹھیک پہلے مفت والی اسکیموں کے اعلان کو رشوت قرار دیا جانا چاہیے؛ کیونکہ یہ ووٹر کو ایک طرح سے رشوت دینا ہے، سپریم کورٹ نے اس عرضی پر مرکز اور الیکشن کمیشن کو نوٹس جاری کر کے جواب مانگا ہے۔اس کے علاوہ داخل عرضی کو پہلے سے التوا میں پڑی عرضیوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، عرضی دہندہ نے مطالبہ کیا تھا کہ انتخاب سے کچھ وقت پہلے سے مفت کے منصوبوں کے اعلان پر روک لگنی چاہیے۔ایسی روک صرف حکومت ہی نہیں؛ بلکہ سیاسی پارٹیوں پر بھی نافذ ہونی چاہیے۔دراصل مہاراشٹر سے لے کر جھارکھنڈ تک ایسے کئی منصوبوں کا اعلان ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مدارس کو دی جانے والی سرکاری فنڈنگ بند ہو

این سی پی سی آر یعنی نیشنل کمیشن فار پروٹیکشن آف چائلڈ رائٹس (قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال) نے ایک بار پھر مدارس میں دی جا رہی تعلیم کو کٹہرے میں کھڑا کیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ مدرسہ بورڈس کو دی جانے والی سرکاری فنڈنگ روک دینی چاہیے؛ کیونکہ وہاں بنیادی تعلیم نہیں دی جاتی، این سی پی سی آر نے اس تعلق سے ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام خطوں کے چیف سکریٹریز کو خط لکھا ہے، جس میں مدارس اور مدرسہ بورڈس کو دی جانے والی سرکاری فنڈنگ بند کرنے کی سفارش کی گئی ہے، این سی پی سی آر نے مدرسہ بورڈس کو بند کرنے کا مشورہ بھی اپنے خط میں دیا ہے اور کہا ہے کہ آر ٹی ای ایکٹ 2009 کے مطابق بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدارس کے بچوں کو دوسرے اسکولوں میں داخلہ دیا جانا چاہیے، این سی پی سی آر نے ایک رپورٹ بھی جاری کی ہے جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ 24-2023 میں 11 ر لاکھ سے زیادہ بچے کم عمری میں شادی کا رجحان رکھتے تھے جنھیں این سی پی سی آر نے 'چائلڈ میرج' سے بچانے کے لیے احتیاطی قدم اٹھائے، بہر حال، این سی پی سی آر نے ریاستوں و مرکز کے زیر انتظام خطوں کو جو خط لکھا ہے، اس میں سفارش کی ہے کہ سبھی غیر مسلم بچوں کو مدارس سے نکال کر آر ٹی ای ایکٹ 2009 کے مطابق بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسکولوں میں داخل کرایا جانا بہت ضروری ہے۔

Volume:64/74,Issue:40 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/1961

بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے ایک چمن اپنا
وہ پابندِ قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے
(اصغر گونڈوی)

مشرقِ وسطیٰ کی عالمی سیاست

پروفیسر صفدر امام قادری

اسرائیل اور فلسطین کے درمیان جنگ کا ایک برس پورا ہو رہا ہے۔ عالمی برادری اپنے انداز کے ردِ عمل پیش کرتی رہی ہے مگر اب تک کسی فریق کی طرف سے کوئی موثر کارنامہ انجام نہیں دیا جا سکا ہے اور دشواری یہ ہے کہ عالمی سطح پر ہر حلقے میں ایک تذبذب کی کیفیت ہے۔ ایک سال کی میعاد کم نہیں ہوتی، یہ افسوس ناک بات ہے کہ ساری دنیا کے طاقت وَر ممالک مل کر بھی جنگ بندی اور امنِ عالم کی طرف چند قدم بڑھانے کی طرف کسی طرح کی کوئی کوشش تکمیل کی منزل تک نہیں پہنچا سکی۔ اخباروں کے صفحات اور ٹیلی ویژن چینلز پر بم باری اور قتل و غارت گری یا انسانیت کی پسپائی کے مظاہر دیکھنے کے لیے بس مجبور ہیں مگر کوئی نجات کی صورت نظر نہیں آتی۔

تازہ دو واقعات ایسے ہوئے ہیں، جس سے اس جنگ کی خطرناک صورتِ حال اور اس کے اثرات سے دنیا کو بچانے کی کوششوں میں بڑی رکاوٹ سمجھ میں آتی ہے۔ اسرائیل کے وزیرِ اعظم نے اقوامِ متحدہ کے سکریٹری جنرل کی کسی متوقع آمد کے پیشِ نظر روک لگا دی کہ وہ اسرائیل میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ کمال یہ ہے کہ اِس حکم نامے کے خلاف بہت تھوڑے سے ممالک اپنی زبان کھول سکے۔ اب اگر کوئی ملک اقوامِ متحدہ کے لیے راستہ بند کرنا چاہتا ہے تو اِس سے یہ بات اپنے آپ واضح ہو جاتی ہے کہ اُسے عالمی برادری اور دنیا میں موجود نظامِ امن کی کوششوں سے کچھ زیادہ سروکار نہیں۔ اِس کا یہ بھی مطلب ہوا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ درست ہے اور اُس کے تجزیے یا محاکمے کے لیے آپ کسی کو موقع بھی نہیں دینا چاہتے۔ گاؤں کی پنچایت میں کسی ضدی فریق کی طرف سے یہ پیش کش ہوتی ہے کہ سارے پنچوں کا حکم سر آنکھوں پر رہے گا لیکن کھونٹا اُسی جگہ پر گڑے گا جہاں پر ہم چاہتے ہیں۔

اسرائیل فلسطین مسئلے کا ایک پیچیدہ پہلو گذشتہ دنوں ایران کی طرف سے لمبی دوری کی دو سو میزائیلیں داغنے سے سامنے آیا۔ یہ یکسر غیر متوقع تو نہیں تھا مگر قرائن یہ بتاتے ہیں کہ اسرائیل اس کے لیے پورے طور پر تیار نہیں تھا۔ اِن حملوں سے کتنے نقصانات ہوئے، اس کا پورا اندازہ ابھی تک سامنے نہیں آیا ہے مگر اِس کے ردِ عمل کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ گذشتہ جمعہ کو ایران کے مذہبی اور سیاسی قائدین کی جانب سے جو بیانات سامنے آئے، اگرچہ وہ بہت سنبھلے ہوئے اور سیاسی اعتبار سے ناموزوں نہیں تھے مگر پورے معاملے کو ایک نیا پس منظر دینے کی یہاں سے کوشش شروع ہوئی ہے۔ خاص طور سے عالمی سطح پر مسلم ممالک سے انصاف کی طرف داری میں سامنے آنے کی جو گزارش کی گئی ہے، وہ قابلِ توجہ ہے اور دنیا بھر میں اِس کے حوالے گفتگو شروع ہو چکی ہے۔ اِس بات کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں کہ اِس جنگ میں ایران کی بہ راہِ راست شرکت اور اسلامی ملکوں سے اپنا فرض ادا کرنے کی گزارش آنے والے وقت میں کچھ نئے زاویے سامنے لائے گی۔

تاریخ کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ اب سے ٹھیک پچھتر (۷۵) برس پہلے جس سازش کے تحت اسرائیل جیسے ملک کی بنیاد پڑی تھی، اُس کے مقاصد واضح تھے اور دنیا کا ماحول جس قدر بھی بدلا ہو، مگر اسرائیل کی تشکیل کا جو مقصد تھا، اُس سے بڑھ کر وہ کامیاب ہے اور جن ممالک نے اِس کام کے لیے اُس کی مدد کی تھی، اُن کا مقصد بھی کم و بیش پورا ہوتا رہا ہے۔ امریکا جس انداز میں اسرئیل کے ساتھ پہلے دن سے سایے کی طرح شامل ہے، وہ سلسلہ مزید مضبوطی کے ساتھ آج بھی جاری و ساری ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں عالمی برادری کو مختلف مذہبی بنیاد پر ایک ایسا خطۂ ارض چاہیے تھا جہاں سے وہ تیل، جنگی ہتھیار اور مذہبی تفوق کی سیاست میں اپنا دخل قائم رکھ سکیں۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کے نام پر جس انداز کی سیاست شروع ہوئی تھی، وہ طاقت وقت کے بڑھنے کے ساتھ مختلف جہات میں اپنی نئی نئی شکلوں سے ایک خاص مقام تک پہنچ گئی۔ آج اسرائیل کے لیے یہ سوال نہیں کہ وہ عالمی برادری کے سامنے اپنے مسائل اٹھائے اور اگر کوئی شکایت ہے تو اُسے باہمی تبادلۂ خیالات کے لیے آمنے سامنے کی نشست کا حصہ بنائے۔ ایک طویل مدت تک اسرائیل میں پوری عالمی برادری کو پسِ پشت ڈال کر اپنی جبری اور جارح جنگی حکمتِ عملی پیش کی ہے۔ یہ جبر جمہوری دَور کے ہر ادارے کے خلاف ہر دَور میں محسوس ہوتا رہا۔ اُس کی واحد طاقت یہ ہے کہ اُس کی پشت پر امریکا برابری میں موجود ہے اور اُس کے ہر فیصلے کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ امریکی صدر چاہے کسی بلاک سے اُن کا رشتہ ہو، اسرائیل کے کسی اقدام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔ امریکا کی ملکی سیاست بھی اِس موضوع پر رہ رہ کر اتنی متحد نظر آتی ہے جس سے عالمی برادری کو ہمیشہ جمہوری اداروں پر سے اعتماد کم ہوتا جاتا ہے۔ پچھلے ہفتے کے جو سیاسی اور جنگی حالات رہے، ایسا محسوس ہوا کہ اسرائیل کے صرف ساتھ دینے کے لیے امریکا موجود نہیں ہے بلکہ وہ اسرائیل کی ساری جنگی حکمت عملیوں میں بھی اُس کا شراکت دار ہے۔

کبھی کبھی مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ بھی سامنے آتا ہے۔ امریکا کی وجہ سے عالمی سطح پر سیاسی اور مذہبی حلقے سے بھی اپنے آپ اسرائیل کو اتنی طاقت مل جاتی ہے کہ اُسے کسی اقوامِ متحدہ یا دوسرے حکومتی نظام کی کوئی پروا نہیں ہوتی اور وہ اپنی جبری سیاست میں انسانیت اور جمہوریت کا قتل کرتا رہتا ہے۔

بعض حلقے سے ایران کی اِس جنگ میں بہ راہِ راست شمولیت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ایران پر اسرائیل اور امریکا کے کھلے الزامات ہیں کہ فلسطینی جنگجو حلقے کی معاونت اور تربیت کا کام پردے کے پیچھے سے ایران کرتا رہا ہے۔ ایران کھلے طور پر اسرائیل اور امریکا کی مذمت کرتا رہا ہے اور عالمی سطح پر تمام جمہوری منچوں پر انسانیت کے قتلِ عام کی باتیں پیش کرتا رہا ہے۔ ایران کی جنگی صلاحیت اور سیاسی اثرات کافی زیادہ ہیں اور امریکا مخالف نقطۂ نظر کی وجہ سے تین چار دہائیوں سے ایران اپنی خاص پہچان رکھتا ہے۔ اگر چہ اِس کے لیے اُسے بار بار مختلف انداز کے عالمی جبر اور طرح طرح کی تحدیدات کا شکار ہونا پڑا۔ جب دنیا دو قطبی سے یک قطبی سویت یونین کے زوال کے بعد بنی، اُس وقت سے اب تک ایران نے اپنی امریکا مخالف سیاست کے رویّے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ اِس لیے ایران اِس جنگ میں اپنا فرض اور اپنا حصّہ ادا کر رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ امریکا کی فی زمانہ جو طاقت ہے، اُس کے سامنے ایک مختصر میعاد کے لیے بھی کوئی ملک انصاف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سامنے آتا ہے تو یہ بڑی بات ہے۔

گذشتہ جمعہ میں ایران کے مذہبی سربراہ نے اپنے نپے تلے خطاب میں اسلامی ممالک کو جس انداز سے آئینہ دکھایا ہے، وہ ساری دنیا میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ مختصر ردِ عمل اور تاثرات بھی مسلم ممالک کی جانب سے آئے ہیں مگر وہ مصلحت آمیز اور رسمی زیادہ ہیں۔ جنگ بندی کے بارے میں ایک عمومی تاثر اکثر ملکوں نے پیش کیا ہے مگر اِس کے لیے امریکا، اسرائیل اور لبنان کو ایک ساتھ بیٹھ کر جنگ بندی کے اعلان کے لیے کوئی دباؤ ڈالنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ سعودی عرب بھی اپنی بے پناہ دولت اور مذہبی اہمیت کے باوجود کوئی فیصلہ کُن اسٹینڈ لینے کا روادار نہیں۔ قطر اور انڈونیشیا یا ترکی کو بھی ابھی تک جس انداز کی مورچہ بندی کرنی چاہیے تھی، وہ ہنوز ناممکنات میں ہے۔ ایران کی ترغیب سے کتنے مسلم ممالک اسرائیل کی مخالفت میں سامنے آئیں گے، یہ کہنا قبل از وقت ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایران کے جوش اور سیاسی فراست کے باوجود اُسے الگ تھلگ ہو جانے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ ہر مسلم ملک اپنے مفاد میں خاموش ہے اور امریکا سے مقابلہ کرنے کی ہمت وہ شاید ہی دکھا پائیں۔ اسرائیل جیسے ملک کے قیام کے پیچھے اوّلاً جو مقاصد تھے، اب اُس سے بھی زیادہ بڑھ کر مقاصد کی پہچان ہو چکی ہے اور مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل اور اُس کی جنگ میں امریکا کی پشت پناہی سے پٹرول اور جنگی ہتھیاروں کے بازار میں جس انداز کی سیاست مقصود ہوگی، اُس کے امکانات روشن ہیں۔ جب تک عالمی اسلامی برادری اور یورپ اور ایشیا کے ممالک جمہوری اقدار کو سمجھتے ہوئے مختلف طبقوں میں بحث و مباحثہ اور جمہوری تقاضوں کے آداب پر بات چیت نہیں ہوگی، اُس وقت تک مشرقِ وسطیٰ میں امن اور شانتی کا ماحول نہیں قائم ہو سکے گا۔

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

○ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیوآر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس اَیپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
WEEK ENDING-21/10/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421 9304022690

Scanned with CamScanner